چند لمحے

اُمُّ المومنین

کی آغوش میں

محمد افروز القادری چریاکوٹی

غازی کمیٹی، چریاکوٹ مئو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پریشان حال دلوں کو گہوارۂ نشاط بنانے کیلئے

آؤ

چند لمحے ام المومنین کی آغوش میں

جن کے زانوؤں کو فخر کائنات ﷺ نے زندگی کے آخری لمحات گزارنے کا شرف بخشا۔

محمد افروز القادری

فاضل مرکز یونیورسٹی

کالیکٹ، کیرالا (الہند)

ناشر

اراکین غازی کمیٹی پچھم محلہ جرباکوٹ مئو ۲۷۶۱۲۹

نام کتاب .... **چند لمحے ام المومنین کی آغوش میں**

تحریر .... محمد افروز القادری

تصحیح .... **حضور علامہ مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری صاحب قبلہ**
مہتمم دار العلوم قادریہ چریاکوٹ مئو
و نگران الجامعۃ الرضویہ ، پٹنہ ۸

پیش لفظ .... **ڈاکٹر امجد رضا خان امجدؔ پٹنہ**

باھتمام .... **الحاج محمد عبد السلام صاحب بنارس**

سن اشاعت ۲۰۰۱

ملنے کے پتے

دار العلوم قادریہ چریاکوٹ مئو

غازی کمیٹی چریاکوٹ مئو

سلام سازیز بنارس

☆ یہ اشارے ہی تمہیں دیں گے سراغ منزل ☆

شرف انتساب

اپنی شفیق وپاک باز اور فیاض وعلم نواز ماں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے

مقدس نام

جنھوں نے ورثۂ علم نبوی کی نہ صرف صیانت کی بلکہ نصف صدی تک اس کی ترویج واشاعت میں کوشاں رہیں۔

جن کی نتائج خیز تعلیمات اور خرمن مصطفوی سے مکتبہ فقہ وبصیرت نے ملت اسلامیہ کو علم کی گراں بہا دولت لازوال سے ہمکنار کیا۔

جن کا فیضان علم آج بھی ہم اپنے سروں پر سایہ فگن دیکھتے ہیں اور انشاء اللہ تا قیام قیامت امت مسلمہ ان کے آبشار علم سے اپنی تشنگی شوق کی سیرابی کا سامان کرتی رہے گی۔

اپنا شرف دعا ہے باقی رہا قبول
یہ جانیں ان کے ہاتھ میں کنجی اثر کی ہے

محتاج کرم

محمد افروز القادری

شرف تهديه

میں اپنی اس حقیر نگارش قلم کو مرشد گرامی حضرت **علامہ محمد عبدالمبین نعمانی** قادری۔ مدظلہ النورانی کی آفاقی شخصیت سے معنون کرتا ہوں۔

جنھوں نے اپنی بیش بہا تعلیمات وہدایات کے ذریعہ ہزاروں گم کردہ راہوں کی نہ صرف منزل مقصود تک رہنمائی کی بلکہ ان پر زیست کی حقیقی معرفت وماہیت کے رمز کو بھی واشگاف فرمادیا۔

جن کے زریں بیانات وارشادات نے نہ معلوم کتنے دلوں میں عشق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شمعیں فروزاں کردیں۔

جن کا پرتو رحمت اور سایہ عاطفت بالیقین ہمارے لئے فضل ربانی کا سرچشمہ ہے

(اللہ اس مرد جلیل کو اپنے حفظ وامان میں رکھے) آمین

بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

ماکان لی قیمة مالم یقع بیعی
انت اشتریت فصرت غالی الثمن

گفتی بر دار

محمد افروز القادری

کلمات تبریک

مرشد گرامی حضور علامہ مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری مدظلہ النورانی

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وآلہ وصحبہ اجمعین

امہات المومنین (اللہ ان سے راضی ہو) بلاشبہ امت مسلمہ کے لئے لائق تعظیم و تکریم ہیں۔ اور ان کا مقام ہماری حقیقی ماؤں سے کہیں ارفع واعلیٰ ہے۔ رب کائنات نے انہیں بڑا اعزاز بخشا ہے کہ اپنے سب سے پیارے اور آخری رسول حضور محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت ورفاقت کے لئے انہیں منتخب فرمایا۔ یہ وہ مقام ہے جو دنیا کی کسی عورت کو نہ کبھی ملا، اور نہ قیامت تک کسی کو ملے گا۔ "وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ" فرما کر ان کو امت کی ماں ہونے کا بھی اعلان فرمایا۔ جب عام ماؤں کا اسلام میں اتنا بڑا درجہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے قدموں کے نیچے جنت، اور ان کی نافرمانی و توہین کو اکبر کبائر کہا ہے۔ اور ان کی رضا و خوشنودی کو دخول جنت کا ذریعہ بتایا اور ان کی ناراضگی وایذا رسانی کو دخول نار کا سبب فرمایا ہے۔ تو ان امہات المومنین کے مقام و مرتبہ کا بھلا کون اندازہ لگا سکتا ہے، جو کسی دنیاوی رشتے ناطے اور گوشت و پوست کی بنیاد پر ہماری مائیں نہیں بلکہ ہمارے آقا حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو ہمارے لئے جان ایمان ہیں ان کے تعلق اور ایمانی رشتے کی بنیاد پر اللہ عزوجل نے انھیں امہات المومنین کا درجہ عطا فرمایا ہے۔ لہٰذا ہم ایمان والوں پر ان کی عزت و تکریم فرض ہے اور ان کی شان اقدس میں ادنیٰ سی بھی گستاخی کرنے والوں سے یکلخت علیحدگی ہمارا ایمانی تقاضا ہے۔ یوں ہی ان پاکیزہ نفوس قدسیہ اور فیض یافتگانِ بارگاہ رسالت کے اخلاق کریمانہ، اسوہ حسنہ، شمائل وخصائل اور کمالات وفضائل سے واقف ہونا اور زندگی کو اسوۂ حسنہ بنانا ہم تمام اسلامی بھائیوں اور بہنوں کے لئے ضروری بھی ہے اور محبت رسول کے تقاضے کے عین

مطابق بھی۔ان مقدس ماؤں کی صبح وشام اور ان کے لیل ونہار یقیناً ہمارے لئے درس عبرت ہیں، اور نمونہ عمل بھی...... لہٰذا ان کی مقدس اداؤں اور پاکیزہ کرداروں سے واقف ہونا ہماری ایمانی ضرورت ہے۔

زیر نظر کتاب "چند لمحے ام المومنین کی آغوش میں" انہیں شرافت مآب ماؤں میں سے ایک منفرد و بے مثال شخصیت حضرت سیدۃ النسا، رفیقہ سید الانبیا، سیدہ طاہرہ طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تعلق سے ہے جو ان کی پاکباز حیات طیبہ کے چند عبرت آموز گوشوں پر روشنی ڈالتی ہے۔ جسے عزیزی مولانا افروز القادری چریاکوٹی زید مجدہٗ نے بنا سنوار کر تحریر کیا ہے۔اس میں "قصہ افک" سے متعلق بیشتر مواد ادیب لبیب علامہ پیر کرم شاہ الازہری کی کتاب ضیاء النبی سے ماخوذ اور خاصے کی چیز ہے۔اس موضوع پر ذرا تفصیل کی ضرورت یوں بھی تھی کہ کل کے منافقین نے تو اس واقعے میں حضرت صدیقہ طیبہ طاہرہ کے پردہ عصمت کو داغدار کرنے کی ناپاک و مذموم کوشش کی تھی۔اور آج کے منافقین بھی اس واقعے کو سند بنا کر حضور اعلم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک پر رکیک حملہ کر کے اپنے جذبہ تنقیص کو تسکین دے رہے ہیں۔ایک وفادار امتی کی حیثیت سے اس کا جواب دے کر مصنف نے وسعت علم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بین ثبوت فراہم کیا ہے۔

دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل مصنف کو اس کا بہترین اجر عطا فرمائے اور اس مختصر کتاب کو مقبول انام بنائے۔ نیز مصنف کے علم و عمر میں بے شمار برکتیں دے۔آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وآلہ الصلاۃ والتسلیم إلی یوم الدین۔

محمد عبد المبین نعمانی قادری غفرلہ
دار العلوم قادریہ چریاکوٹ مئو (یوپی)

۷ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ
۲۵ ستمبر ۲۰۰۱ء

پیش لفظ

حضرت مولانا امجد رضا خان پی، ایچ ڈی۔

سیرت نگاری آسان نہیں مشکل ترین امر ہے۔ خصوصا ان ذوات قدسیہ کی جن کی زندگی متنوع اوصاف کی حامل ہو اور ہر وصف ایک مستقل عنوان کا متقاضی...... ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی ذات بھی انہیں نفوس قدسیہ میں ہے۔ جن کے علم و فضل اور دینی خدمات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہے۔ متقدمین علما و محققین نے حضرت عائشہ کے فضائل و مناقب، ان کی دینی و علمی خدمات اور نکاح ور خصتی سے بیوگی تک کے حالات پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ مگر یہ ساری معلومات مختلف کتابوں میں بکھری ہوئی ہیں جن میں کتب تفسیر (سورہ نور و حجرات کے ضمن میں) کتب احادیث جوامع، مسانید، سنن، طبقات ابن سعد، تذکرہ ذہبی، تہذیب ابن حجر، استیعاب ابن عبد البر، مروج الذہب المسعودی، اسد الغابہ ابن اثیر، تاریخ طبری اور عین الاصابہ للسیوطی قابل ذکر ہیں۔ خاص ان کی سیرت پر شاید عربی میں کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی جس میں ان کی زندگی کے سارے حالات جمع کردیئے گئے ہوں۔ بعد کے مورخین میں ایک نام عباس محمود العقار کا آتا ہے جنہوں نے عبقریہ محمد، عبقریہ ابوبکر، عبقریہ عمر اور عبقریہ خالد کی طرز پر الصدیقۃ بنت الصدیق کے نام سے حضرت عائشہ کی سیرت پر مذکورہ بالا کتابوں کے حوالہ سے ایک کتاب لکھی۔ جو ۱۹۴۹ء میں قاہرہ سے اصل متن کے ساتھ شائع ہوئی۔ پھر ہندوستان میں شیخ محمود احمد پانی پتی کے اردو ترجمہ کے ساتھ ایوان کمپنی الہ باد سے شائع کی گئی۔ عباس محمود نے

بھی اپنی کتاب میں کسی ایسی کتاب کا ذکر نہیں کیا ہے جو ان سے پہلے سیرت عائشہ پر لکھی گئی ہو۔

امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب " عین الاصابه فی ما استدرکته عائشه علی الصحابه " کے مقدمہ میں ابو عبداللہ بن مقبل کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ کی فقہی معلومات و خدمات پر مشہور فقیہ و محدث ابو منصور بن حسن نے ایک کتاب تحریر کی جس میں صرف ۲۵ مسائل مذکور تھے ...... پھر امام بدرالدین زرکشی کی کتاب " الاجابه لایراد مااستدرکته عائشه علی الصحابه " سامنے آئی مگر یہ بھی صرف ان کے علم و فضل اور فقہی خدمات پر مشتمل تھی، حالات کا ذکر اس میں بھی نہیں تھا۔ امام جلال الدین سیوطی نے اسی کتاب کا خلاصہ مع اضافہ عین الاصابہ کے نام سے تالیف فرمایا۔ یہ کتاب تقریبا گیارہ ابواب پر مشتمل ہے ۔ اور ان میں ان اختلافات کا ذکر ہے جو حضرت عائشہ نے مختلف علمی و فقہی مسائل میں دیگر کبار صحابہ حضرت عمر فاروق ، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت ابوہریرہ ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کیا ہے ...... کتاب معلوماتی ہے جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علم و فہم اور ذکاوت و فطانت پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔

مگر عربی کی بہ نسبت اردو کے مورخین و تذکرہ نگار حضرات نے امہات المومنین بالخصوص سیدۂ عالم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرت پر تشفی بخش اور سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ جس کا نتیجہ ہے کہ اب تک ڈیڑھ درجن سے زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں مندرجہ ذیل کتابیں خاص حضرت عائشہ کی سیرت سے متعلق ہیں۔

سیرت عائشہ ...... سید سلیمان ندوی ☆ عائشہ صدیقہ ...... نیاز فتح پوری ☆ حضرت عائشہ صدیقہ ...... عبد الحلیم شرر ☆ حیات ام المومنین ...... میاں محمد سعید ☆ حضرت عائشہ ...... حکیم شرافت حسین ☆ سیرت عائشہ صدیقہ ...... محمد الدین ملک ☆ حضرت عائشہ صدیقہ ...... بیگم ذاکر اعجاز۔

پھر امہات المومنین کے عنوان سے مندرجہ ذیل کتابیں منظر عام پر آئیں۔

مسلمانوں کی مائیں ...... رزاق الخیری ☆ امت کی مائیں ...... راشد الخیری ☆ازواج النبی ...... سید ظہور الحسن ☆ امہات المومنین ...... علی اصغر چودھری ☆ امہات الامۃ ...... محمد نذیر احمد۔

حضرت عائشہ کی عمر کا مسئلہ بھی اس قدر اختلافی رہا ہے کہ اس موضوع پر متعدد کتابیں منظر عام پر آگئیں جن میں مندرجہ ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں۔

☆ تحقیق عمر عائشہ ...... حکیم نیاز احمد ☆ عمر عائشہ پر ایک نظر ...... حبیب الرحمٰن صدیقی ☆ رخصتی کے وقت ام المومنین حضرت عائشہ کی عمر ...... ابو طاہر عرفانی۔

ہو سکتا ہے تحقیق کرنے سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرت سے متعلق کچھ اور کتابیں سامنے آئیں۔ مگر اتنی تفصیل سے بہر حال یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ اردو میں ان کی سیرت پر تالیفی کام کی روایت کسی نہ کسی عنوان سے ہمیشہ قائم رہی ہے اور یہ اردو والوں کا قابل فخر سرمایہ ہے۔

اسی مبارک سلسلہ کی ایک اور معلوماتی اور فکر انگیز کتاب ”چند لمحے ام المومنین کی آغوش میں“ ہمارے پیش نظر ہے۔ عنوان دیکھ کر سمجھا کہ یہ کتاب تحصیل حاصل کے زمرے میں شامل ہو گی مگر اس کے مندرجات پر نظرے خوش گزرے ڈالنے سے محسوس ہوا کہ واقعۃً فی زمانہ اس کتاب کی از حد ضرورت تھی۔

آج ہم علمی انحطاط اور فکری واخلاقی تنزلی کے جس موڑ پر کھڑے ہیں اس میں ایک بڑا حصہ ہماری خواتین کا بھی ہے، انھیں اپنے فرائض منصبی کا احساس نہیں... اسلامی روایات سے بغاوت اور دینی امور سے بے اعتنائی ان کی عام روش ہے۔ حضور علیہ السلام نے " اطلبوا العلم من المهد الیٰ اللحد" فرماکر تعلیم انسانی کا پہلا مرکز اور کردار سازی کی اولین تربیت گاہ خواتین ہی کو بنایا تھا مگر

ع آن خویشتن گم است کرا رہبری کند

ایسی تمام خواتین جو صحیح اسلامی تعلیمات کی خواہاں اور اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے حساس جذبے رکھتی ہوں حضرت عائشہ کی ذات یقیناً ان کے لئے بہترین رہنما اور کامل ترین آئیڈیل ہے۔ ام المومنین بچپن سے بیوگی تک جن مراحل سے بھی گزری ہیں روشنی کی ایک قندیل روشن کرتی گئی ہیں۔ خواتین امت اس روشنی میں دیکھ سکتی ہیں کہ ایک مسلمان عورت کے جینے کا انداز کیا ہونا چاہیے، اور ان کا اپنا طرز عمل کیا ہے۔

مولانا افروز القادری صاحب ایک حساس دل اور بیدار مغز انسان ہیں۔ حالات پر ان کی نظر ہے، انہوں نے اسی تناظر میں حضرت عائشہ صدیقہ کی سوانح حیات قلمبند کی ہے تاکہ اس کے ذریعہ معاشرے کے فکری انتشار، تعلیمی انحطاط اور عملی بے راہ روی پر قابو پایا جاسکے۔ کتاب اگرچہ ضخامت کی متحمل نہیں تاہم ذیلی عناوین کے تحت ان تمام گوشوں پر محیط ہے جس میں ہماری ہدایتوں کی آیات مضمر ہیں۔ انہوں نے یہ کتاب لکھ کر جہاں ایک ضرورت کی تکمیل کی ہے وہیں اپنی سعادتوں کا دائرہ بھی وسیع کیا ہے۔ دعا ہے ان کی یہ کاوش ام المومنین کی بارگاہ میں شرف قبولیت سے بہرہ مند ہونے کے ساتھ ساتھ خواتین ملت اسلامیہ کے خضر راہ ثابت ہو۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

ڈاکٹر محمد امجد رضا خاں نوری پٹنہ

اپنے کرم فرماؤں کے نام

جہالت و سفاہت کے سنگریزوں میں اٹا ہوا یہ ہیچمدان کب اس لائق تھا کہ محبوبہ محبوب رب العالمین ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات و کوائف حیات کتابی شکل میں تشکیل دے پاتا۔ لیکن فضل مولیٰ نے دل ناتواں کے لئے قوت واستقلال کے باب وا، اور مرام و مقصود کی راہ میں حائل مشکلات کے قلعہ قمع کر دیئے۔ جس سے منزل سمٹ کر میرے سامنے آگئی۔

حاشیۂ خیال میں کبھی یہ تصور بھی نہ ابھرا ہوگا کہ ایک دن دار العلوم امام احمد رضا (رتناگری) کے رحاب دلآویز میں رنجہ قدم ہونگے۔ لیکن

ع بخت آور ہے مقدر جو یہاں لے آیا

الحمد للہ اس کی سرگرمیاں تخیل سے کہیں زیادہ حسین و سبک رو دیکھنے کو ملیں اور نام کام کے بالکل موافق بلکہ عین مطابق پایا۔ بالخصوص نقش و نگاریٔ عمارت کی توصیف کے لئے تعبیر و تشبیہ کے جو جذبات درون دل پنہاں ہیں انہیں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ بیرون چھت کے منڈیر پر گنبد خضرا کا ہو بہو نقشہ تو چشم تمنائی کے لئے سامان دید ہے۔ یہ سب کچھ حضرت الحاج اسماعیل احمد جانی میاں (خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند و حضور احسن العلما) کی آفاقی اور نادر روزگار شخصیت کے خلوص وللہیت کی ثمر کاری و جگر کاوی کا نتیجہ ہے، جو آج ہم ماضی قریب میں قائم شدہ اس مسعود و بابرکت ادارہ کو دیکھ کر اپنے دیدہ و دل کی جلا کا سامان کر رہے ہیں۔ جسے بجاطور پر مسلک اعلیٰ حضرت کا حقیقی

ترجمان، اسلاف کی روایات کا امین، اور خوش عقیدہ سنی مسلمانوں کا ایک مضبوط و پائیدار قلعہ کہا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ یہ غوث اعظم کی کرامت، خواجہ خواجگاں کا عطیہ اور تاجدار سنیت امام احمد رضا کے فیض و کرم کا مظہر ہے۔ (اسی ادارہ کے دوران قیام یہ کتاب تکمیل کی سرحدیں عبور کرسکی)......

خصوصیت کے ساتھ اس ادارہ کو جس چیز نے شرف کمال واختصاص بخشا ہے، وہ حدود شریعت کی پاسداری کے ساتھ تعلیم نسواں کا فروغ وارتقاء ہے۔ جس کی بدولت نہ معلوم کتنی خواتین امت ردائے زہرا اور حیائے عائشہ کی مثالی صفت تاباں سے بہرہ مند ہوکر ملک وبیرون ملک میں تعلیم نسواں کے ذریعہ خواتین اسلام کی زندگیوں میں صالح انقلاب برپا کرکے اس حقیقت کو واشگاف کردینا چاہتی ہیں کہ "تعلیم نسواں کسی فرد واحد کی اصلاح کا نام نہیں" بلکہ اس کے ذریعہ پورے خاندان اور پورے معاشرہ کی رگوں میں طہارت وتقدس کا شفاف خون دوڑایا جاسکتا ہے۔

اس میدان میں ہماری جماعت کی طرف سے گہرا سکوت نظر آرہا ہے۔ حالات تقاضا کرتے ہیں کہ جمود و تعطل کی چہار دیواریوں سے نکل کر خواتین ملت کو ان کے حقیقی زیور یعنی تعلیم وتربیت کی فیض بخشیوں سے ان کی زندگیاں سنواری جائیں۔ تاکہ معاشرہ خوش آئند ترقیوں سے ہمکنار ہوسکے۔

ناسپاسی ہوگی اگر محسن ملت، آقائے نعمت، حضور مرشد گرامی علامہ **محمد عبد المبین نعمانی** قادری مدظلہ النورانی کی اصاغر نوازیوں کے سامنے جبین شکر خم نہ کروں۔ جن کے گراں مایہ کلمات تبریک اور تحقیق آگیں تصحیح نے کتاب کی انفرادیت و آرائش کو فزوں تر کرنے میں خشت اول کا کام کیا ہے۔ اور ہمدرد قوم وملت **الحاج عبد السلام** صاحب قبلہ بھی خصوصی شکر وسپاس کے سزاوار ہیں کہ جن کے

اخلاص وایثار کی شاہین پروازیوں نے مجھے قنوطیت کی تیرہ شبی سے نکال کر استقلال وبلند حوصلگی کی پر نور شاہراہ پر کھڑا کر دیا۔ایسی کرم فرمائیوں کے ستائش خواں در حقیقت درون دل چھپے وہ جذبات ہیں جنھیں حرف وصوت کی تعبیر سے آشنا کرنا محال تو نہیں تاہم از حد دشوار ہے۔**ڈاکٹر امجد رضا امجد** کا مشکور نہ ہونا بھی احسان فراموشی سے خالی نہیں کہ انھوں نے اپنے قیمتی لمحات صرف کر کے (نہ صرف میری استدعا کا پاس رکھا بلکہ) شستہ وشائستہ انداز میں "پیش لفظ" تحریر فرما کر کتاب کی افادیت واہمیت کو مزید دو آتشہ کر دیا ہے۔

ارے ہاں اپنے ان رفیقان کار وشریکان افکار کا شکریہ تو بھولا ہی جاتا تھا جنھوں نے ہر گام پر دست معاونت دراز کر کے میری الجھی ہوئی گتھیاں سلجھانے میں ہر ممکن تگ ودو کا مظاہرہ کیا۔اور میرے ناتواں حوصلے کی افزائی میں کوئی کسر نہ چھوڑ رکھی۔اللہ کریم میرے ان بہی خواہوں کو عمر خضر اور بخت سکندر سے نوازے، اور محبوبہ محبوب رب العالمین کی حیات عالمتاب پر محررہ اس کتاب کو شرف قبولیت بخشے۔اور مزید ایسے کارہائے خیر کی انجام دہی کا عزم جواں عطا فرمائے جو خدا اور رسول خدا کی خوشنودی ورضا کا باعث ہو آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ہمارے دست تمنا کی لاج بھی رکھنا
ترے فقیروں میں اے شہریار! ہم بھی ہیں

خاکپائے علماء

محمد افروز القادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ چند

الٰہی میری عقیدت کی آبرو رکھ لے
ترے ہی نام سے آغاز کر رہا ہوں میں.

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات و کوائف حیات لکھتے ہوئے ہم بے پناہ کیف محسوس کر رہے ہیں..... دل مسرت سے جھوما جاتا ہے..... مژگان و پلک گہوارۂ نشاط بنی جاتی ہیں..... آنکھیں نور و سرور کے مزے لوٹ رہی ہیں..... اور قلم مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتا۔ ہم اسے اپنی قسمت کا اقبال و عروج ہی تصور کریں گے کہ اللہ رب العزت نے اہل اسلام کی مادران شفیق رضی اللہ تعالیٰ عنھن سے ایک ایسی ماں کے زریں گوشہائے زندگی جمع کرنے کی توفیق ارزانی بخشی، جنکے فضل و کمال کا اندازہ نوشہ بزم جنت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ سے لگانا کچھ مشکل نہیں۔ فرماتے ہیں ''الٰہی جو چیز میرے امکان میں ہے (یعنی مساوات بین الازواج) میں اس میں عدل سے باز نہیں آتا۔ لیکن جو چیز میرے امکان سے باہر ہے (یعنی حضرت عائشہ کی قدر و محبت) اس کو معاف کرنا۔(۱)

(۱) سنن نسائی جلد۲ صفحہ ۹۴ ☆ ابن ماجہ جلد۲ صفحہ۱۴۱ ☆ سنن دارمی صفحہ ۲۸۴

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استفسار کیا۔ پیارے آقا! آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ کون عزیز ہے؟ فرمایا "عائشہ" کہا مردوں میں پوچھتا ہوں فرمایا "عائشہ کا باپ"۔(۱)

یہی حال ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی تھا۔ وہ بھی محسن کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فدائیت کی حد تک محبت کرتی تھیں۔ چنانچہ بعض اوقات ایسا اتفاق ہوتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رات کو بیدار ہو جاتیں اور آپ کو پاس نہ دیکھ کر مضطرب و بے قرار ہو اٹھتیں۔

ایک دفعہ یہی صورت پیش آئی۔ اور بمقتضائے عشق است و ہزار بدگمانی، خیال ہوا کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ ادھر اُدھر تلاش کیا تو دیکھا کہ آپ تسبیح و تہلیل میں مصروف ہیں۔ اپنی غلط خیالی پر نادم ہوئیں اور بے اختیار زبان سے نکل گیا میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں کس خیال میں ہوں اور آپ کس حال میں ہیں۔(۲)

خصوصیت کے ساتھ اس حقیر کتاب کی ترتیب کا بنیادی مقصد خواتین اسلام کو علم و حکمت سے زندگی سنوارنے اور میدان مطالعہ میں اتارنے سے عبارت ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکباز شخصیت پر کسے گئے بے سروپا اعتراضات اور بہتان تراشوں کے گندے خیالات کے تشفی بخش جوابات کی جھلکیاں بھی آپ کو جابجا ملیں گی۔ تاکہ ان تذبذب آگیں واقعات میں جو لوگ پابجولاں اور گرفتار خاطر ہیں، ان کیلئے تیقن

(۱) صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۱۷ ☆ جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۸ ☆ طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۶۷ ۔ مستدرک ج ۴ ص ۱۳ ۔ (۲) سنن نسائی جلد ۲ صفحہ ۹۷۔

وتسکین قلب کا ہر ممکن سامان ہو جائے

کسے خبر تھی کہ لے کر چراغ مصطفوی
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

اخیر میں اصحاب فکر و قلم کی پارینہ روش کے مطابق عرض پرداز ہوں کہ اس راہ میں اگر کہیں میرے قدم لڑکھڑا گئے ہوں ......یا...... کہیں غلط بیانی کا امتزاج ہو چلا ہو تو اسے دامن عفو میں چھپا کر صلاح خیر سے نوازیں۔ کرم بالائے کرم ہوگا۔

چند تنکوں کی سلیقے سے اگر ترتیب ہو
بجلیوں کو بھی طواف آشیاں کرنا پڑے

غبار راہ رضا

محمد افروز القادری

کچھ دیر دربار صدیقی میں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ترے ذوق محبت کو شرف اللہ نے یہ بخشا

کہ حاصل ہے حضوری دائمی تجھ کو پیمبر کی

سفر و حضر میں پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقی رفیق حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالت شان سے عالم اسلام بخوبی واقف ہے۔ آپ کی باوقار آفاقی شخصیت پر خامہ فرسائی کرنا یقیناً آفتاب کو چراغ دکھانے کی مانند ہوگا۔ لیکن جو عنوان آمادۂ سفر ہے، اور جس موضوع کا انتخاب زیر قلم ہے، آپ کے احوال و خصائص بیان کئے بغیر مکمل نہیں ہوا چاہتا۔ کیوں کہ باپ کی ذات کے ساتھ بیٹی کے حالات کا یک گونہ تعلق وارتباط ہوتا ہے۔ اور پھر ایک ایسا باپ جو افضل البشر بعد الانبیاء ہو، اور وصال یار کے بعد خلافت و جانشینی کا خصوصی سزاوار ہو، ضرور وہ اپنی نرینہ اولاد کے لئے لائق وفائق مربی و مصلح ثابت ہوا ہوگا، اور تربیت اخلاص واخلاق کی حقیقی روح ان کی شرست میں پھونکی ہوگی۔ اس لئے آئیے مختصراً ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پدر بزرگوار کے حوالے سے کچھ ایمان افروز باتیں زیب قرطاس کر کے اپنے مضمون کو عظمت و نکہت بخشتے ہوئے خود پایۂ تکمیل تک پہنچنے کی سند کرلیں ۔

ما ان مدحت محمدا بمقالتی

لکن مدحت مقالتی بمحمد

ولادت: تاریخ عرب کے مشہور واقعہ ،، **اصحاب فیل** ،، کے قریبا دو سال چھ ماہ بعد آپ نے مکہ کی مقدس سر زمین پر شرف تولد حاصل کیا۔ والد کا نام ابو قحافہ تھا، آپ کا اسم گرامی عبداللہ منتخب ہوا۔ بعض کتابوں میں تحریر ہے کہ قبول اسلام سے پہلے آپ عبدالکعبہ کے نام سے مشتہر تھے۔ مگر اسلام کی گراں بہا دولت نصیب ہونے کے بعد معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جاہلانہ نام سے ذرا ہٹکر عبداللہ کا سا پیارا نام تجویز فرمایا۔ آپ کی کنیت ابو بکر، خطاب صدیق، لقب صاحب الغار و عتیق تھا۔ اور خاندان بنو ہاشم کے چشم چراغ تھے۔ شجاعت وجواں مردی اور ہمسایوں کی حمایت وحفاظت میں جو صفات امتیازیہ دوسرے قبائل عرب میں موجود تھیں وہی بنو تیم کے افراد میں بھی پائی جاتی تھیں۔

ابتداء ہی سے آپ بڑے سلیم الفطرت اور راست باز تھے چنانچہ زمانہ جاہلیت میں بھی آپ نے اپنا دامن ہر قسم کی آلائشوں سے پاک رکھا تھا۔ سلسلہ نسب مرہ پر جاکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

بہترین اخلاق کے مالک، بڑے صائب الرائے، رحم دل، نرم خو، معاملہ فہم، نیک نفس، ذہین وذکی، سنجیدہ وپاکباز، صاحب بصیرت و مردم شناس، نہایت خلیق و ملنسار تاجر اور علم و فضل و ورع میں منفرد المثال تھے۔ ہوش و خرد، عاقبت شناسی، دوراندیشی اور بلند فکر و نظر کے لحاظ سے مکہ کے بہت کم لوگ انکے ہم پلہ تھے۔ فطری جودت طبع دربار نبوت کی حاشیہ نشینی میں اور درخشندہ ہوئی۔ شعر و شاعری کا جذبہ بعثت اسلام تک رہا۔ ازاں بعد آپکی صلاحیتیں تقریر وخطابت میں نکھریں۔ فصاحت و بلاغت کا خداداد ملکہ تھا۔ وعظ و نصیحت، ترغیب و ترہیب اور دعوت وارشاد میں انکی دل نشینی اور سحر انگیزی تاریخ اسلام کا ایک مستقل روشن باب ہے۔

تجارت: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فرود گاہ مکہ کے اسی محلہ میں واقع تھی۔ جہاں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دوسرے بڑے بڑے نامی گرامی تجار رہائش پذیر تھے۔ جن کا حلقہ اثرِ تجارت شام و یمن کی ممتاز ترین منڈیوں تک پھیلا ہوا تھا۔ چونکہ قریش کی ساری قوم تجارت پیشہ تھی۔ ہر فرد تقریباً اسی وراثتی شغل کو ذریعہ معاش بناتا تھا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی شعور و خرد پختہ ہونے پر اسی تجارتی شغل کو اپنایا۔ جس میں انہیں غیر معمولی فروغ و عروج حاصل ہوا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ کا شمار عرب کے مشہور ترین کامیاب تاجروں میں سر فہرست ہونے لگا۔

میدان تجارت کی اس جلد کامیابی میں ان کی جاذب نظر شخصیت اور بے نظیر اخلاق کا بھی بڑا خاصا دخل تھا۔ ایک ہی محلہ میں رہنے کے باعث سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کا گہرا ربط وضبط پیدا ہو گیا اور دونوں ایک دوسرے کے یار و غم گسار بن گئے (یہ اس زمانے کی بات ہے جب آپ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کرنے کے بعد انہیں کے گھر منتقل ہو گئے تھے)۔

رفاقت: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو سال چند ماہ چھوٹے تھے۔ گمان غالب یہ ہے کہ ہم عمری، پیشے میں اشتراک، طبیعتوں میں یکجہتی، قریش کے عقائد فاسدہ سے انحراف اور بری خصلتوں سے اجتناب، ان تمام باتوں نے دونوں میں باہم رشتۂ خاطر پیدا کرنے اور دوستی کو پروان چڑھانے میں بہت بہت مدد دی۔ جب اللہ کریم نے رسول عظیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شرف رسالت کا اختصاص بخشا۔ تو خیال آیا کہ ابو بکر کو خدائے متعال نے عقل و خرد سے وافر حصہ دے رکھا ہے، اولاً انہیں سے دعوت و تبلیغِ اسلام کا آغاز

کرنا چاہیے۔

چنانچہ آپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت الی اللہ کا پیغام پیش کیا۔ جس پر انہوں نے بلا کسی تردد و جھجک، بغیر کسی پس و پیش اور ایک لمحہ توقف کئے بغیر ایمان لے آئے۔ ان کی اس مبارک خود سپردگی اور دولت ایمان سے سرفرازی کو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنے دل آویز الفاظ میں ذکر فرمایا ہے "میں نے جس کسی کو اسلام کی طرف بلایا، اس نے کچھ نہ کچھ تردد اور ہچکچاہٹ کا اظہار کیا۔ سوائے ابو بکر بن قحافہ کے۔ جب میں نے انہیں اسلام کا پیغام پیش کیا تو انہوں نے بغیر کسی تامل کے فوراً میری آواز پر لبیک کہا"۔(۱)

سخاوت: سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی وہ عدیم المثال اور محبوب ترین ساتھی ہے۔ جس نے قدم قدم پر آپ کا ساتھ دیا۔ ہر آڑے وقت میں آپ کے کام آیا۔ اور خطرناک سے خطرناک موقع پر بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ آغاز اسلام میں جبکہ اسلام کو مال و جان عزت و ناموس ہمہ قسم کی قربانی کی ضرورت تھی۔ ابو بکر کا جانی و مالی ایثار اور عزت و ناموس کی فداکاری ہر گام پر اسلام کے کام آئی۔ بلاشبہ آپ کا وجود مسعود شوکت و نصرت اسلام کا سبب بنا۔

ابو بکر ہی کی رفاقت نے داعی اسلام محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تبلیغی نصاب و نظام کی استوری میں ہمہ جہت تعاون پیش کیا۔ بلال حبشی، صہیب رومی، اور رفاعہ بن حارثہ جیسے فداکاران اسلام کی آزادی ابو بکر ہی کی مالی قربانی کی رہین منت ہے۔ ناموس رسالت و اسلام کی محافظت میں ابو بکر صدیق ہی نے اپنے دل و جان کی اس وقت بازی لگادی تھی جبکہ ابھی تک حضرت فاروق اعظم

(۱) صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۱۷۔

دشمنوں کے دست و بازو تھے، حضرت عثمان غنی آمادۂ غور و فکر تھے، اور حضرت علی طفولیت کی زندگی گزار رہے تھے۔

خلافت: شب ہجرت شفیق امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور کے انوار و تجلیات سے بہرہ مندی اور حظ وافر پانے والے آپ ہی تھے۔ انہیں کا ذکر صراحت کیساتھ قرآن کریم میں مذکور ہوا ہے۔ انہیں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرضیت حج کے بعد پہلے ہی سال امیر الحجاج مقرر فرمایا تھا۔ انہیں کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سامنے (اپنے مرض وفات میں) اپنی جگہ امام نماز کی حیثیت سے منتخب کیا تھا۔ انہیں کے انتظام وانصرام سے ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو ناموس رسالت سے کھیلنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اور اسود عنسی، مسیلمہ کذاب، شجاع بن حارثہ، اور طلیحہ اسدی کے جھوٹے نبوت کے دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ انہیں کی کاوشوں کے سہارے مانعین زکوٰۃ فریضۂ زکوٰۃ پر قائم ہوئے۔ اور جن مرتدوں کے مقدر میں جہنم کے دہکتے شعلے تھے، موت کی خونچکاں تلخیوں سے ہمکنار ہوئے۔ انہیں کے حکم سے قرآن پاک یک جا جمع ہوا۔ بکثرت احادیث صحیحہ آپ کے فضائل و مناقب میں وارد ہیں، تمام صحابہ کرام کو آپ کی آفاقی شخصیت کے منفرد کمالات کا بسر و چشم اعتراف تھا۔ چنانچہ سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سانحۂ ارتحال عظیمہ کے بعد باتفاق امت آپ کو سریر آرائے خلافت کیا گیا۔ مدت خلافت کی خوشگوار فضاء ۲. سال ۶. ماہ ۱۰. دن تک قائم رہی۔

فضیلت: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے نظیر تدبر، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیائے ایمانی کا تفوق، حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے مثال شجاعت، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صفت

امانت کی برتری، حضرت معاذ بن جبل وحضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تبحر علمی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تفقہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عشق سنت رسول، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیف اللہی، اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیاسی بلندی سے کس کو انکار ہے، لیکن ان کمالات وصفات کو اگر یکجا دیکھنا ہے۔ تو پھر صرف اور صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا نام لینا چاہئے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اگر میں اللہ کے بعد کسی کو اپنا خلیل بناتا تو وہ ابو بکر ہوتے مگر اخوت اسلامی سب سے بہتر ہے۔(۱)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ ابو بکر کو جنت کے ہر دروازہ سے بلایا جائیگا۔(۲)

کیسی محبت تھی سرکار کو بو بکر کی ذات سے۔ مستدرک میں حضرت عائشہ کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "من سرہ ان ینظر الیٰ عتیق النار فلینظر الیٰ ابی بکر" جسے جہنم سے نجات دہندہ شخص کو دیکھنے کی خواہش ہو وہ ابو بکر صدیق کو دیکھ لے۔(۳)

خصوصیت: ایک خصوصیت جو تمام فضل وکمال کا منبع اور پوری امت میں صرف اور صرف آپ کے لئے مخصوص ہے۔ وہ یہ کہ آپ خود بھی صحابی تھے۔ آپ کے والد ماجد، والدہ ماجدہ آپ کی اولاد اور اولاد کی اولاد بھی صحابی یعنی تقریبا متواتر چار پشتوں نے شرف صحابیت حاصل کیا۔

(۱) صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۱۶ (۲) صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۱۷ (۳) مستدرک ج ۳ ص ٦٤

رحلت: آپ نے ۲۲/ جمادی الآخرۃ، شب سہ شنبہ کو ۶۳ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ اس طرح خلافت راشدہ کا عہد صدیقی اختتام پذیر ہوا۔ آپ کا زمانۂ خلافت تمام شیدائیان اسلام کے لئے ظل رحمت تھا۔

پہلوئے مصطفیٰ میں بنا آپ کا مزار
پہونچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا،

مدحت: اللہ کی ہزاروں ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اس مقدس اور پاکباز انسان پر جس نے اپنی عمر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت اور اسلام کی حفاظت واشاعت میں صرف کردی۔ وہ ضعیف تھا لیکن دین کی راہ میں اس نے عدیم المثال استقامت کا ثبوت دیا۔ وہ غریب تھا لیکن اللہ کے راستے میں اپنا ایک ایک پیسہ خوش دلی کے ساتھ خرچ کردیا۔ اس کے راستے میں سنگ گراں حائل تھے۔ مگر اس کے پایۂ استقلال میں خفیف سی بھی جنبش پیدا نہ ہوئی۔ اور وہ اسلام کی کشتی کو خوفناک طوفان اور مہیب چٹانوں سے صحیح سلامت نکال کرلے گیا۔

سایۂ مصطفیٰ مایۂ اصطفا... عز وناز خلافت پہ لاکھوں سلام
اصدق الصادقیں سید المتقیں... چشم وگوش وزارت پہ لاکھوں سلام
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل... ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

آؤاب سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بات کریں

بنت صدیق آرام جان نبی ﷺ

اس حریم براءت پہ لاکھوں سلام

ولادت: محبوبہ محبوب رب العالمین حضرت سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہجرت سے قریبا۹/ سال پہلے اور اظہار نبوت کے ۵/ سال بعد ۶۱۵ء میں مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین پر پیدا ہوئیں۔اور ان سعادت مندوں میں سے ہیں جن پر ایک لمحہ بھی کفروشرک کا گزر نہیں ہوا۔کیونکہ صدیق اکبر کا کاشانۂ وہ خانۂ بخت آور تھا۔جہاں خورشید اسلام کی شعائیں سب سے پہلے پرتوافگن ہوئیں۔خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ”جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا انہیں مسلمان پایا“ (۱)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبوت کے پہلے ہی سال اور سال کے آغاز ہی میں خلعت اسلام سے سرفراز ہوگئے تھے۔اور شوہر کے چند ہی روز بعد بیوی یعنی ام المومنین کی ماں ام رومان بنت اسد (۲) بھی شرف ایمان سے بہرہ مند ہو گئیں تھیں۔

سعادت: آپ کا نام عائشہ، لقب صدیقہ، کنیت ام عبداللہ (۳)، اور خطاب حُمیرا تھا(حضور نے بنت الصدیق سے بھی خطاب فرمایا ہے)۔ باپ کی طرف

(۱) صحیح بخاری جلد ۲صفحہ۵۱۷- (۲) کتاب کے اخیر میں حاشیہ نمبر(۱) دیکھئے۔(۳)حاشیہ نمبر(۲)۔

سے قریشیہ، تیمیہ اور ماں کی طرف سے کنانیہ تھیں۔ سلسلہ نسب مرہ پر جاکر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کا عالم طفولیت بھی عام بچوں سے ممتاز تھا۔ ان کے اندر بچپن ہی میں وہ خصوصیات پائی جاتی تھیں۔ جن سے ان کی ذکاوت و ہوش مندی کا پتہ لگانا چنداں دشوار نہ تھا۔ یہ سب کچھ خلیفہء اول کے فیض صحبت کا اثر تھا کہ بچپن ہی میں لڑکی کے خیالات کو معراج کمال تک پہونچادیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل سنن کے عقیدے میں افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ہیں۔ گو صحبت پدری میں پانچ چھ برس ہی رہنے کا اتفاق ہوا مگر یہ ابتداہی کے ایام ایسے تھے جنہوں نے دماغ میں دنیا بھر کے خزانوں کی بنیاد ڈال دی تھی۔

طفولیت: غیر معمولی اشخاص اپنے بچپن ہی سے اپنی حرکات و سکنات اور نشو نما میں ممتاز ہوتے ہیں۔ ان کے ایک ایک خد و خال میں کشش اور ہر ایک قول و فعل میں دل لبھا دینے والی جاذبیت ہوتی ہے۔ عموماً عہد طفولیت کی باتیں فراموش ہو جاتیں ہیں۔ مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو اپنے لڑکپن کی ایک ایک بات یاد تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی، تو ان کی عمر کا آٹھواں یا نواں سال تھا لیکن ہجرت کے واقعات کا تسلسل جتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے حافظہ کا ممنون ہے کسی دوسرے صحابی کا نہیں۔

کرامت: امام بخاری نے تفسیر سورہ قمر میں لکھا ہے کی جب آیت "بَلِ السَّاعَةُ مَوعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَامَرُّ" (١) مکہ میں نازل ہوئی تو اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کھیل رہی تھیں مگر دیکھئے یہ واقعہ بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ ہی کی زبانی نقل فرمایا ہے۔ (٢)

---

(١) سورہ قمر پ ٢٧ آیت ٤٦ - (٢) صحیح بخاری جلد ٢ صفحہ ٧٢٣-

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گڑیا کھیل رہی تھیں کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہونچ گئے۔ گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دائیں بائیں دو پر لگے ہوئے تھے، آپ نے استفسار فرمایا عائشہ یہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ گھوڑا ہے آپ نے فرمایا کہ گھوڑوں کے تو پر نہیں ہوتے انہوں نے برجستہ کہا کیوں! حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے تو پر تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بے ساختہ پن پر مسکرا دیا۔(۱)

اس جواب سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فطری حاضر جوابی، مذہبی واقفیت، ذکاوت ذہن اور سرعت فہم کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

کفالت: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ماں باپ کی اکلوتی بچی نہ تھیں کی اس محبت و تعلق کی وجہ سے والدین نے ان کی تعلیم وتربیت کی طرف خاص توجہ کی ہو۔ بلکہ ان کے بھائی بہن اور بھی موجود تھے ہاں اکلوتے سے بڑھ کر ایک صفت جواُن میں نمایاں تھی، اور جس نے ماں باپ کے دل مسخر کر لئے تھے اور تمام بچوں میں ایک امتیازی شان پیدا کردی تھی، وہ آپکی خداداد ذہانت وفطانت، ذکاوت وزیرکی، اور متانت و فراست تھی۔ اسی سلیقہ شعاری نے والدین کے دل پر عظمت و رأفت کا ایسا سکہ بٹھادیا کہ انہوں نے لڑکی کی بھرپور تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ باعتبار علم وفضل بھی سب بھائیوں پر سبقت لے گئیں۔

مناکحت: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر کوئی چھ ساڑھے چھ برس کی ہوگی کہ ام المومنین بڑی بی حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا۔(۲)

(۱) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۱۱ ☆ طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۶۲ (۲) حاشیہ نمبر (۴) دیکھیے۔

انتقال فرماتے ہی پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مصائب وابتلاء کا دور جدید شروع ہو گیا۔ ادھر بی بی خدیجہ جیسی مونس کی رحلت اُدھر ابو طالب جیسے شفیق چچا کا فراق، دونوں ایسے قلبی زخم تھے کہ جلدی بھرنے کو نہیں آئے۔ ابو طالب کے جنازے کے ساتھ تو یہ کیفیت تھی، کہ دھاروں روتے اور آنسوؤں کی لڑی کسی طرح بس نہ کرتی تھی۔ ایسے اندوہ آگیں موقع پر ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی وفات سے جو نقصان پہنچا اس کی تلافی کے واسطے علیٰ قدر مراتب ہر متعلق شخص فکر میں تھا کہ سنگینیِ حالات کے پیش نظر تاجدار عرب و عجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسری شادی سے ہمکنار ہو جائیں۔ مگر موقع نہ ملتا تھا کہ کوئی کہہ سکے۔ آخر مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی خولہ نے دل کڑا کر کے کہہ دیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نکاح فرمالیں۔ آپ کو رضامند کر کے سیدھے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دولت خانہ پر پہنچیں، وہ تو نہ تھے تاہم انکی بیوی ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنھا موجود تھیں۔ ان سے ذکر کیا پہلے تو حیران ہوئیں، کہ یہ نکاح کس طرح ہو سکتا ہے۔ مگر پھر کچھ رضامند ہو گئیں، ہاں اتنا کہا کہ تم یہ تو سوچو ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھائی ہیں، اور اس طرح عائشہ بھتیجی ہوئی۔ کیا چچا کا نکاح بھتیجی سے ہو سکتا ہے؟ اگر ممکن ہے تو جاؤ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کرو، اس کے بعد ابو بکر صدیق سے ذکر کروں گی۔ دریں اثناء ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف لے آئے، ان سے بھی یہی گفتگو ہوئی غرض وہ بھی متحیر ہوئے اور کہنے لگے یہ نکاح کس طرح ہو سکتا ہے، عائشہ تو سرکار دو عالم کی بھتیجی ہیں، خولہ ان سے اتنی بات سن کر سیدھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور واقعہ کی کیفیت بیان کی۔ آپ نے فرمایا "یہ نکاح

بالکل ہو سکتا ہے اس لئے کہ ابو بکر میرے دینی بھائی ہیں حقیقی بھائی نہیں اور یہ حلال ہے"۔(۱)

خولہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ قول حضرت ابو بکر وام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آکر نقل کر دیا۔ چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلا کر ان کا نکاح ماہ شوال میں پانچ سو درہم کے عوض اپنی لخت جگر سے کر دیا(۲) اس وقت حضرت عائشہ کی عمر چھ یا سات سال تھی(۳) چونکہ عمر کم تھی، اس لئے وداعی نہ ہوئی۔ ہجرت الی المدینہ (۴) سے قریبا ایک سال بعد جب عمر نو برس کی ہو گئی رخصتی ہوئی۔(۵) دعوت ولیمہ کی تقریب حضور نے ایک پیالہ دودھ سے منائی۔ یہ نکاح جس طریقے پر انجام پایا اس سے اسلام کی اصل سادگی ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت اسماء بنت یزید حضرت عائشہ کی ایک سہیلی بیان کرتی ہیں کہ میں اس وقت موجود تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیالہ سے تھوڑا سا دودھ پی کر حضرت عائشہ کی طرف بڑھایا تو وہ شرمانے لگیں میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطیہ واپس نہ کرو، انھوں نے شرماتے شرماتے لے لیا اور ذرا سا پی کر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی سہیلیوں کو دو۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! اس وقت ہم کو

---

(۱) صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۰۔(۲) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۱۱ ☆ اسد الغابۃ مترجم جلد ۱۰ صفحہ ۱۷۶ ☆ صحیح مسلم ج ۱ ص ٤٥٦ (۳) مواھب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۸۱ ۔(٤) حاشیہ نمبر (۳) ملاحظہ ہو۔(٥) مسلم ج ۱ ص ٤٥٦ ☆ سنن نسائی ج ۲ ص ۷٦ ☆ طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۵۸ ☆ مواھب اللدنیہ ج ۱ صفحہ ۸۲ ☆ سنن دارمی صفحہ ۲۹۲ - ۲۹۳ ☆ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۱۱ (٦) مسند احمد ج ٦ ص ٤٦ ☆ مستدرک للحاکم جلد ٤ صفحہ ٥ -

اشتہا نہیں فرمایا۔ جھوٹ نہ بولو آدمی کا ایک ایک جھوٹ لکھا جاتا ہے۔(۵)

بشارت: نیز حضرت عطیہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا واقعہ اس سادگی سے بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں، ان کی انا آئی ان کو لے گئی، اور حضرت ابو بکر نے آکر نکاح پڑھا دیا۔(۱)

ایک مسلمان لڑکی کی شادی بس اسی قدر اہتمام چاہتی ہے۔ لیکن آج کل کی شادیاں تو مسرفانہ مصارف اور مشرکانہ مراسم کا مجموعہ ہیں۔ لیکن کیا خود رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ تقریب اس کی عملی تکذیب نہیں؟۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود اپنے نکاح کی سادگی کے بارے میں جو روایت بیان کی ہے یقیناً اس کے سامنے جبین تقلید خم کرنے ہی پر ہمارا معاشرہ خوشحالی کی شاہراہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔

فرماتی ہیں ”جب نوشہ بزم جنت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے عقد فرمایا تو میں لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ جب تک میری والدہ نے مجھے گھر سے باہر نکلنے سے منع نہ کر دیا اس وقت تک مجھے اپنے نکاح کا حال بھی معلوم نہ ہوا(۲)۔ اس سادگی پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کا فخر آج کل کی عورتوں کو دیکھ کر کس قدر تعجب انگیز معلوم ہوتا ہوگا۔ لیکن حق یہ ہے کہ صرف یہی ایک فخر کیا کم تھا کہ وہ خدا کے پیارے کی پیاری تھیں۔

اس عقد سعید کی بشارت سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہلے ہی ہو چکی تھی۔ چنانچہ ایک دن رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں آرام فرمارہے

---

(۱) صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۵۱ (۲) طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۵۹ ☆ مواھب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۸۱۔

تھے، کہ عالم خواب میں حضرت جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم سبز ریشمی پارچہ پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عکس لائے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ خاتون دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ ہیں۔ حضرت عائشہ کا چہرہ دیکھنے کے بعد خواب ہی میں ارشاد فرمایا "ان یك هذا من عند الله یمضه" اگر یہ بشارت خدائے وحدہٗ کی طرف سے ہے تو پوری ہو کر رہے گی۔ یہ خواب آپ کو تین اور بخاری کی روایت میں دو بار دکھلایا گیا(۱)۔ اس میں حضرت عائشہ صدیقہ کے لئے بہت بڑی منقبت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے حبالۂ عقد میں آنے سے پہلے ہی ان کے جمال جہاں آرا کا محبّ و مشتاق بنا دیا گیا۔

اہانت: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح پر عام طور سے موجودہ سیاہ باطن منافقین اور متعصب معاندین اسلام کی طرف سے جو اعتراضات اور ریشہ دوانیاں کی گئی ہیں، ان کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ (۶) برس کی تھی اور یہ عمر قابل عقد نہیں بالخصوص ایسی حالت میں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر ۵۰ سال کے قریب تھی۔

(۲) بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبان سے جو تعلقات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان کئے گئے ہیں۔ وہ شان رسالت سے بعید تر ہیں۔ مثلاً ان کا یہ کہنا کہ میں سب بیویوں سے ممتاز ہوں۔ اسلئے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں ایک ہی برتن میں کھاتے تھے۔ رات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱) صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۰ . ۷۶۸ ☆ مشکوٰۃ شریف ص۵۷۳ ☆ ابن سعد ج ۸ ص ۶۴
☆ مواهب اللدنیہ ج ۲ ص ۸۲ ☆ مسند احمد ج ۶ ص ۴۱ ☆ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۱۱ -

نماز پڑھتے تھے اور میں سامنے سوئی رہتی تھیں۔ جب روح نے عالم بالا کو پرواز کیا تو سر مبارک میری آغوش میں تھا وغیرہ وغیرہ۔

اصابت: پہلا اعتراض جس قدر لغو ہے اس سے زیادہ لغو اور بے معنی اعتراض ایک معقولیت پسند آدمی کی نگاہ میں ہو ہی نہیں سکتا۔ اس وقت تین نکاح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہوئے تھے، پہلا وہ کہ دلہن چالیس برس کی ادھیڑ اور دولہا کی عمر ۲۵/ سال، بالکل عنفوان شباب کی۔ دوسرا بی بی سودہ سے ہوا تو ایسا کہ وہ ادھیڑ بھی نہیں بلکہ بڈھی پھونس، یہانتک کہ انہوں نے علی الاعلان یہ کہہ دیا کہ میں تو صرف اس بات کی بھوکی ہوں کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بی بی کہہ کر پکاری جاؤں۔ تیسرا نکاح ہوا تو اس کے برعکس بلکہ برعکس سے بھی زیادہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر پچاس اور عائشہ صدیقہ کی عمر چھ۔ کون عقل کا پورا ہوگا جو ان نکاحوں کو اغراض دنیوی سے وابستہ سمجھ لے گا۔ اور اسی طرح کے سب نکاح ہیں جن میں دنیوی ضرورت نام کو کہیں چھو بھی نہیں گئی۔ اب ان تینوں نکاحوں پر نظر ڈال کر خود ہی فیصلہ ہو سکتا ہے کہ ان نکاحوں میں سوا مصلحت وقت اور ضرورت اسلام کے ہرگز کوئی اور چیز شامل حال نہ تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کا نکاح اسلام کے لئے کتنا مددگار رہا اور کس حد تک اسلام و مسلمین کیلئے معاون و نفع بخش ثابت ہوا، تقریباً سبھی کو معلوم ہے۔ انکی جدائی کے بعد دوسری شادی کی کیسی سخت ضرورت تھی۔ اور یہ تیسرا نکاح اس وجہ سے تھا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احسانات جو کچھ اسلام پر تھے، انکا معاوضہ کسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کر بھی نہ سکتے تھے، صرف یہی ایک صورت تھی جس سے کچھ تھوڑا بہت فخر انکو حاصل ہو سکتا تھا۔ اور اگر غور سے دیکھئے تو ام المؤمنین ہونے کا فخر معمولی بات نہیں

کسی عورت کے واسطے اس سے زیادہ کیا کوئی عزت ہو سکتی ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کی ماں کہلائی جائے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اس نکاح سے قبیلۂ تیم کے تمام افراد پر زور پڑتا تھا۔ کیونکہ کون ایسا بے حیا ہو گا جو بیٹی دے کر بھی مخالفت پر کمر بستہ رہے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا مقصد اول، حکم رب کی تعمیل تھی۔ دوسرا مقصد سطور بالا میں مذکور ہوا۔ علاوہ ازیں اس مبارک نکاح سے ان غلط سلط رسموں اور رواجوں کی زوردار بیخ کنی کرنی مقصود تھی، جنھوں نے عمومی طور پر زندگی کو گمنام عذاب میں گرفتار کر رکھا تھا۔

مثال کے طور پر منہ بولے رشتوں کو بنیاد بنا کر نکاح کے جائز اور وسیع حلقے کو محدود کر دیا گیا تھا جس سے معاشرتی زندگی پر دوررس منفی اثرات مرتب ہو رہے تھے۔ اس زمانے میں منہ بولے بھائی کی بیٹی سے شادی کرنا حرام خیال کیا جاتا تھا۔ لہٰذا اس رسم بد کا قلعہ قمع کرنا ضروری تھا۔ دوسرے شوال کے مہینے میں شادی بیاہ کرنا منحوس تصور کیا جاتا تھا، اسکی وجہ یہ بتائی جاتی تھی کہ اس مہینہ میں عرب کے علاقے میں سخت وبا پھیلی تھی، جس سے بے شمار افراد موت کے منہ میں چلے گئے تھے۔ اس بنا پر ماہ شوال کو منحوس قرار دینا کسی طرح مناسب و درست نہ تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی اور رخصتی دونوں شوال ہی کے مہینہ میں ہوئی اور اسی لئے وہ شوال المکرم ہی کے مہینے میں اس قسم کی تقریبوں کو پسند کرتیں اور فرماتی تھیں "میری شادی اور رخصتی دونوں شوال میں ہوئی، اور بایں ہمہ شوہر کے حضور میں مجھ سے خوش قسمت کون ہے"۔(۱)

(۱) صحیح بخاری ومسلم ج ۱ ص ٤٥٦ ☆سنن نسائی ج ۲ ص۹۱ ☆مواھب اللدنیہ ج ۲ ص ۸۲ ☆مسند احمد ج ٦ ص ٥٤ ☆سنن دارمی ص۲۸٤ ☆ابن ماجہ ج اص۱٤۳ ☆مدارج النبوۃ۲:ص۸۰۲

تیسری رسم یہ تھی کہ قدیم دستور کے مطابق دلہن کے آگے آگے آگ جلائی جاتی تھی اور رواج کے پیش نظر شوہر اپنی عروس سے پہلی ملاقات محمل یا پالکی کے اندر ہی کرتا تھا۔ علامہ قسطلانی نے یہ تصریح کی ہے کہ اسی تقریب عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان مذموم رسوم کی پابندی بھی ٹوٹی۔

اب آپ خود ہی عقل کو فیصل بنایئے کہ جس کا نکاح اتنے غلط رسم و رواج کی جڑاکھاڑ پھینکنے کا ضامن ہو بھلا رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے حبالۂ عقد میں کیوں نہ لیں۔

جس شخص نے جوانی کا زمانہ اور وہ وقت جو خاص دنیا کے لطف اٹھانے کا تھا خدا کی یاد میں بسر کر دیا ہو اور زندگی کے فانی جلووں پر مطلق نظر نہ ڈالی ہو اس کی بابت یہ ہوش ربا خیال کرنا کہ جوانی گزر جانے کے بعد طبیعت نے ایسا پلٹا کھایا ہو یقیناً فاش غلطی ہے۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگر اس کی اشتہا ہوتی تو اعلان نبوت کے ابتدائی ایام میں قریش کی استدعا مسترد نہ فرماتے۔ جب اہل قریش نے ابو طالب سے درخواست کی تھی کہ اگر تمہارے بھتیجے کا شباب کسی حسن بے پناہ کا مطالبہ کر رہا ہے تو ہم عرب کا سارا حسن و جمال اسکے قدموں پر نچھاور کرنے کو تیار ہیں۔ بس ان سے اتنا کہہ دو کہ وہ ہمارے بتوں کے خلاف شورش بپا نہ کریں۔ اگر نعوذ باللہ وجہ نکاح غلبۂ نفسانیت ہوتی تو کامیابی کا وقت تو وہ تھا کہ عورت، عزت اور حکومت بے مانگے مل رہی تھی اسے اختیار کر لیتے اور عیش و عشرت کی زندگی گزارتے۔ دنیوی ضرورتوں کے واسطے اور کیا باقی رہ جاتا ہے۔ مگر آپ نے سب پر لات مار کر آشائس کے مقابلے میں تکلیفیں اور اذیتیں برداشت کیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہمارے پیش نگاہ ہے کہ کلام اللہ علی الاعلان فیصلہ کر چکا ہے کہ رسول بھی

ایک انسان ہی ہیں۔ اور "انا بشر مثلکم" آپ علیٰ رؤس الاشہاد فرمارہے ہیں اس لئے وہ تمام تعلقات اور ضروریات جو انسانی ہستی کیلئے از حد ضروری ہیں آپ کے واسطے بھی لازمی اور ضروری تھے کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ معاذاللہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا تھے مگر یہ کہتے ہیں کہ ان کا ہر نکاح اسلام و مسلمین کی فلاح کی خاطر تھا...... اسلام کے عروج واقبال کے لئے تھا...... اور کوئی نکاح ایسا نہیں ہوا جس میں کوئی نہ کوئی اسلام کا فائدہ پنہاں نہ ہو اور جب اصل مقصد یعنی اشاعت اسلام وعروج اسلام جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نہیں خدائے وحدہ لاشریک کا کام تھا، پورا ہو گیا تو خود خدا نے ان الفاظ سے آئندہ کے واسطے نکاحوں کو منع فرمادیا۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ"۔(۱)

ایک اور قابل بیان بات یہ ہے کہ قبل از اسلام عورتوں کی جو حالت تھی خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے۔ وہ کہنے کو تو انسان تھیں مگر جانوروں سے بدتر۔ ان کی حالت اس قدر زبوں وخوار ہو گئی تھی کہ لونڈی غلاموں کی بھی وقعت تھی لیکن انکی حیثیت بس کسی گرے پڑے مال کی سی۔ ظلم وستم کا بازار اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کھلم کھلا انکی حالت زار پر کڑھنا پڑا۔ بے بسی کی یہ کیفیت جب دیکھی نہ گئی تو آپ نے ان کی حمایت میں صدائے احتجاج بلند کی اور فرمایا "جس طرح مرد خدا کی مخلوق ہیں اسی طرح عورتیں بھی، جس طرح شوہر کو زندہ رہنے کا دنیا میں حق حاصل ہے اسی طرح بیوی کو بھی۔ مساوات کے قاعدے مقرر فرمائے۔ ترکہ میں سے جہاں لڑکوں کو حقدار ٹھہرایا، وہیں لڑکیوں کو بھی ان کے مہر مقرر فرمائے، شوہروں کے مال میں ترکہ مقرر کیا، جیسے مرد اپنے مال کا مالک ہوتا ہے

(۱) سورہ احزاب پارہ ۲۲ رکوع ۴ آیت ۵۲ - ☆ سنن دارمی شریف صفحہ ۲۸۹-

اسی طرح عورت بھی اپنی ملکیت میں پورا پورا اختیار و حق تصرف رکھتی ہے۔ الغرض عورتوں کی وقعت کا مینارۂ نور قائم کرنے اور ان کی ہستی کو ایک خاص امتیاز دینے کیلئے ضروری تھا کہ خود سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے طرز عمل سے ثابت کردیتے کہ کس طرح کی زندگی ایک مسلمان کو اپنے گھر میں بسر کرنی چاہیے، اور اسکے لئے ضروری تھا کہ معاملات کا کوئی پہلو نظر انداز نہ ہونے پائے۔ اسلئے آپ نے باکرہ کے ساتھ بیوہ عورتوں سے بھی نکاح اس لئے کیا کہ اس کا اسوۂ حسنہ بھی ہماری رہبری کیلئے چھوڑ جائیں۔ علاوہ ازیں ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سن بھی اس بات کی کافی شہادت ہے کہ اس تعلق میں کوئی اور غرض دنیوی دخیل نہیں بن سکتی۔ درحقیقت یہ موقع تو آپکو اس وقت میسر تھا جبکہ اہل قریش کا مطالبہ ابو طالب سے اپنے بھتیجے کے واسطے حسین لڑکی مرحمت کرنے کا تھا، جس کے آپ سراپا منکر ہوئے۔ اور خدا کے احکام کی تعمیل اور دین فطرت کی اشاعت و ترویج میں ذرا برابر فرق نہ آنے دیا۔

اگر کم سنی پر اعتراض ہے تو کس منہ سے خود ہمارے ہندوستان میں گیارہ اور بارہ برس کی لڑکیاں مائیں بن جاتی ہیں۔ پھر عرب جیسے گرم ملک میں جہاں لڑکی دس برس کی بھی ماں ہو جاتی ہے۔ آخر اس عمر پر کیوں اعتراض ہوتا ہے۔ وداع کے وقت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سن یہی کوئی نو دس برس کا تھا۔ اب رہا دوسرا اعتراض کہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے منہ سے اپنی بڑائی کے جو الفاظ نکل گئے ہیں اس کے متعلق ایک گروہ یہ جواب دیتا ہے کہ خلفائے راشدین نے صادق وامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد کوئی امتیاز کسی بیوی کے درمیان روا نہ رکھا، سب درجہ مساوات میں برابر کی شریک تھیں۔ جو کچھ خلیفہ اول کے زمانے میں بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ سلوک ہوا، وہی سب کے ساتھ۔ نہ خلیفہ اول

نے ان کے ساتھ کوئی خصوصیت برتی نہ خلیفہ دوئم و سوئم نے۔ اگر پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام توجہ بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی ذات پر مبذول تھی تو دونوں خلفا ان کے بعد اس کا لحاظ کرتے، چونکہ ان لوگوں کو عورتوں کا احترام ویسا ہی قائم کرنا تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما گئے تھے۔ اس لئے انہوں نے ام المؤمنین کی طرف منسوب ان اقوال کے ہوتے ہوئے بھی ان کے ساتھ مساویانہ ہی سلوک روا رکھا۔ اور ان اقوال کو ناز کے کلمات پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ جس سے بچنا بالکلیہ ایک انسان کے بس کا کام نہیں جو شخصیتیں معصوم ہوں گی وہی ان سے بچ سکتی ہیں۔ ان کا حکم زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ ہو سکتا ہے اور بس! اور ایسے اقوال پر منجانب اللہ گرفت اس کریم سے مستبعد ہے۔

انسیت: جس طرح دنیا میں ایک شخص کو دوسرے پر کسی اعتبار سے فضیلت حاصل ہے اسی طرح ازواج مطہرات کے درمیان فضائل و مناقب میں جزئی تفاوت ہے۔ وہ امہات المؤمنین تھیں ان میں کسی قسم کا کوئی نقص یا کمزوری نہ تھی اور باوجود اسکے کہ ایک کو دوسرے پر فضیلت تھی یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ وہ ناقص تھیں۔ بلکہ تمام خوبیوں اور منفرد کمالات کے باوجود عادات واطوار، خدمات و ناز برداری اور فقہ و بصیرت کے اعتبار سے ایک کو دوسرے کے اوپر فضیلت و برتری حاصل تھی۔ اس سلسلے میں اعتراض کی سب سے بڑی کڑی یہ ہے کہ سبقت کی انتہا یہ تھی کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فرماتی ہیں "میں لیٹی رہتی تھی اور رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے"۔

سمجھ میں نہیں آتا آخر اس میں کون سی بات قابل اعتراض ہے۔ اس بیان

(۱) صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۷۳ ☆ موطأ امام محمد صفحہ ۱۵۹ - مسند احمد ج ۶ ص ۴۱ -

سے تو سب سے پہلے ایک بہت بڑا مسئلہ صاف ہو رہا ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسی حالت میں کہ دوسرا ان کے سامنے لیٹا ہوا ہے نماز ادا فرما رہے تھے۔ اس لئے کسی شخص کا لیٹنا یا بیٹھنا یا اس جگہ موجود ہونا کسی کی نماز میں حارج نہیں بن سکتا۔ دوسری بات یہ کہ خلوت خانے میں بھی سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کی یاد سے غافل نہیں رہتے تھے۔

زلیخا نے ایک مرتبہ خواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کے جمال بے مثال کو دیکھا تھا اور وارفتگی عشق میں شوریدہ ہو گئی تھیں۔ اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تین مرتبہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چہرہ مبارک ریشمی رومال پر دکھایا گیا۔(۱) زیادتی انس و محبت کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ اللہ کریم نے ایسا کچھ چاہا۔ کیونکہ جذبہ محبت پر کسی کا بس نہیں۔ یہ اللہ کا انعام خاص ہے۔ لہٰذا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اپنی موانست و خصوصیت کے اظہار میں عرض کرتی ہیں "حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو میں آپ کے آگے سیدھی لیٹی رہتی تھی، اور یہ سلوک میرے ہی ساتھ خاص تھا۔ رات کو نماز میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیام فرماتے تھے تو میں اپنی جگہ سوئی ہوئی ہوتی تھی۔(۲)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر، سردار جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا" الست تحبین ما احب قالت بلیٰ قال فاحبی ھذہ" (عائشہ)۔ بیٹی! کیا تم میری محبوب ترین چیز کو محبوب نہ رکھو گی۔ بولیں ہاں کیوں

(۱) مدارج النبوۃ ج۲ص۸۱۱ (۲) صحیح بخاری ج ۱ص۷۳☆موطا امام محمد ص ۱۵۹ - مسند احمد ج۶ص۴۱-(۳) نسائی ج۲ ص۹۵☆مشکوٰۃ ص۵۷۳☆مسند احمد ج۶ص ۸۸☆مدارج ۸۰۸

نہیں، فرمایا پھر عائشہ سے محبت رکھا کرو۔(۳)

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین اپنے والہانہ عشق رسول کی وجہ سے تحائف وارمغان بارگاہ سید الانس والجان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پیش کرتے رہتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو زیادہ محبوب ہیں، لہٰذا انہی کی باری کے منتظر رہتے تھے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جائیں تو بھیجیں۔ مقصد صرف اتنا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی اور خوش ہوں۔(۱)

صحابہ کی اس روش سے دوسری ازواج مطہرات کو قدرتی طور پر رشک ہوتا تھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے یہاں ہوتے ہیں تو عاشقان رسول ہدایا وسوغات کیوں نہیں بھیجتے۔ اور یہ ایک فطری جذبہ تھا۔ سب سے پہلے انھوں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چہیتی بیٹی فاطمہ زہرا سے کہا کہ وہ اس ضمن میں اپنے والد ماجد سے بات کریں۔ آپ پیام لیکر گئیں، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "بیٹی! جس کو میں چاہوں کیا تم اس کو نہ چاہو گی؟ یہ سنکر سیدہ فاطمہ واپس لوٹ گئیں۔ پھر ان لوگوں نے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھیجا جو بڑی سنجیدہ و فہمیدہ خاتون تھیں انہوں نے موقع محل دیکھ کر عرض کیا یارسول اللہ! صحابہ کرام سے فرمادیں کہ وہ تحائف دوسری ازواج کی باریوں میں بھی بھیجا کریں، یہ سنکر آپ نے فرمایا "مجھے عائشہ کے بارے میں اذیت نہ دو۔ اس لئے کہ میرے پاس وحی اس وقت آتی ہے جب فراش عائشہ پر ہوتا ہوں۔ جبکہ دوسروں کے بستر پر نہیں آتی۔(۲)

(۱) سنن نسائی جلد۲ صفحۃ ۲۸۵ (۲) سنن نسائی باب حب الرجل بعض نسائہ جلد ۲ صفحہ۹۵ ☆ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۴ ☆ مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحۃ ۸۸ -

محبت کی شرح بڑی عجیب ہے۔ اس میں اگر کبھی ناراضگی بھی ہو جائے، تو وہ بھی یک گونہ فرحت کا باعث ہوتی ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے ساتھ ایسا ناز و نیاز تھا جیسا کہ محب و محبوب کے درمیان ہوتا ہے۔ وہ جو چاہتی تھیں بلا جھجک بارگاہ رسالت میں عرض کر دیتی تھیں۔ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے حجرے میں تھے اور باہم باتیں کر رہے تھے کہ دریں اثناء ارشاد فرمایا "اے عائشہ میں جانتا ہوں جب تم مجھ سے خوش یا ناخوش ہوتی ہو عرض کیا آپ کیسے جانتے ہیں؟ فرمایا جب تم خوش ہوتی ہو تو" لاورب محمد "محمد کے رب کی قسم کہتی ہو۔ جبکہ ناراضگی کی صورت میں تمہاری زبان سے "لاورب ابرھیم" ابراہیم کے رب کی قسم کا جملہ نکلتا ہے۔ یہ سنکر عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے کہا یارسول اللہ! آپ نے بالکل سچ فرمایا، مگر "ما اھجر الا اسمك یا رسول اللہ" میں صرف آپ کے مبارک نام ہی کو چھوڑتی ہوں۔(۱) آپ کی ذات گرامی اور آپ کی یاد برابر کاشانۂ دل میں جمی رہتی ہے اور آپ کی محبت میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔

فضیلت: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بارگاہ احدیت سے نہ صرف عورتوں پر شرف فضیلت عنایت ہوا تھا، بلکہ وہ اپنے فضائل و مناقب و کمالات کے لحاظ سے سوائے چند مخصوص صحابہ کے تمام صحابہ و صحابیات سے افضل و اشرف تھیں۔ علم، تفقہ، اور ذکاوت جو امتیازی خصوصیات ان کو حاصل تھیں، کسی اور کو نہ تھیں۔ خود تحدیث نعمت کے طور پر فرماتی ہیں۔ دس اوصاف مجھ میں ایسے ہیں جس کی وجہ سے دیگر ازواج پر مجھ کو ترجیح حاصل ہے۔

(۱) صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۸۷ ☆ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۸۵ ☆ طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۶۹ ☆ مسند احمد جلد ٦ صفحہ ۳۰ ☆ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۱۰۔

(١) بجز میرے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں کوئی بیوی ناکتخدا نہیں آئی۔

(٢) آپ کی ازواج میں صرف مجھ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ میرے ماں باپ دونوں مہاجر ہیں۔

(٣) اللہ رب العزت نے میری برأت اور پاکدامنی کا ثبوت آسمان سے نازل فرمایا۔

(٤) حضرت جبرئیل نے حضور سے عرض کیا ان سے نکاح فرمالیں یہ دنیا و آخرت میں آپ کی بیوی ہیں۔

(٥) میں آپ کے سامنے ہوتی تھی اور آپ نماز میں مصروف ہوتے تھے۔

(٦) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس ہوتے تو وحی الٰہی آجایا کرتی تھی۔

(٧) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری باری کے دن راہی ملک بقا ہوئے۔

(٨) جب روح نے عالم قدس کی طرف پرواز کی، اس وقت آپ کا سر مبارک میرے اوپر تھا۔

(٩) میں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔

(١٠) میرے ہی حجرے کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدفن بننے کا شرف حاصل ہوا۔ مستدرک میں نو چیزوں پر فضیلت بیان کی گئی ہے۔(١)

تاریخ و حدیث کی کتابیں شاہد ہیں کہ ان اوصاف و خصائل میں کوئی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شریک نہ تھی۔ حضرت عروہ کا قول ہے اگر حضرت عائشہ میں اور فضائل نہ بھی ہوتے تو بھی صرف قصہ افک ان کی شرافت و شوکت اور بلندی و عزت کیلئے کافی شہادت ہے۔ کیوں کہ اسی کے ذیل میں ان کیلئے قران کی آیتیں نازل ہوئیں جو تاقیام قیامت پڑھی جائیں گی۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "عائشة زوجی فی الجنة" عائشہ جنت میں بھی میری بیوی ہوگی۔(٢)

(١) مستدرک للحاکم ج ٤ ص ١١ ☆ مدارج النبوۃ ج ٢ ص ٨٠٨ (٢) طبقات ابن سعد ج ٨ صفحہ ٦٦

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ "فضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام" عائشہ کو عورتوں پر ایسی فضیلت ہے جیسے ثرید کو عام کھانوں پر" اور امام بخاری نے اتنا اضافہ کیا ہے کہ مردوں میں تو بہت کامل ہوئے ہیں مگر عورتوں میں صرف مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون، اور عائشہ کو عورتوں کے اوپر ایسی فضیلت و برتری حاصل ہے جس طرح ثرید کو عام کھانوں پر۔(۱)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کائنات میں آپ کے نزدیک سب سے زیادہ کون محبوب ہے فرمایا عائشہ، کہا مردوں میں فرمایا عائشہ کا باپ (ابو بکر)۔(۲)

ایک دن حضرت عمر نے حضرت حفصہ کو سمجھایا کہ عائشہ کی ریس نہ کیا کرو وہ تو حضور کو محبوب ہے۔(۳)

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے سے باہر کسی سے چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے۔ پھر جب اندر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا۔ یا رسول اللہ یہ کون تھے، جن سے آپ باتیں کر رہے تھے؟! ارشاد فرمایا کیا تم نے انہیں دیکھا تھا عرض کی جی ہاں! تم نے انہیں کس کے مشابہ پایا؟ بولیں دحیہ کلبی کے۔ آپ نے فرمایا تم نے بڑی

(۱) صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۲ ☆ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۸۷ ☆ سنن نسائی ج ۲ ص ۹۶ ☆ جامع ترمذی صفحہ ۲۲۷ ☆ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۷۹ -(۲) صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۷ ☆ جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۸ ☆ ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۶۷ - مستدرک للحاکم ج ٤ ص ۱۳ ☆ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸.۵ (۳) صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۸۵ -

خوبی دیکھی، وہ جبرئیل امین تھے، تمھیں سلام کہہ گئے ہیں سنا تو کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اللہ اس آنے والے کو بہتر صلہ عطا فرمائے۔(۱)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے مابین بازیوں میں عدل فرماتے اور کہتے تھے " اللهم هذا فعلي فيما املك فلا تلمني فيما تملك لا املك" الٰہی جو چیز میرے امکان میں ہے (یعنی بیویوں میں معاشرت اور لین دین کی برابری) میں اس میں عدل سے باز نہیں آتا لیکن جو چیز میرے امکان سے باہر ہے (یعنی عائشہ کی قدر ومحبت) اس کو معاف کرنا۔(۲)

دیگر فضائل آئندہ صفحات میں بیان کئے جائیں گے۔

سخاوت : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سخاوت اور ان کی فیاضیاں بھی ضرب المثل ہیں۔ وہ بڑی کشادہ دلی اور فراخ دستی سے راہ خدا میں صرف کرتی تھیں، تھوڑے بہت کا لحاظ نہ ہوتا تھا۔ جو کچھ پاس ہوتا سائل کو دے دیتیں۔ امیر معاویہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو ایک لاکھ درہم بھیجے، آپ اس دن روزہ سے تھیں، سب اسی وقت تقسیم کردیئے جب شام ہوئی تو ام الدردا نے کہا اے ام المؤمنین اس رقم سے افطار کے لئے کچھ گوشت ہی منگا لینا چاہیے تھا! فرمایا" لو ادركتني لفعلت" اگر مجھے یاد دلادیتی تو میں ضرور ایسا کرتی۔(۳)

---

(۱) صحیح بخاری جلد ۱ صفحه۵۳۲ ☆ مسلم شریف جلد ۲ صفحه۲۸۷ ☆ نسائی شریف جلد ۲ صفحه۹۷ ☆ مشکوٰة شریف صفحه۵۷۳ ☆ طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحه ۸ -☆ مسند احمد بن حنبل جلد ٦ صفحه٦٨٢ ☆ مستدرك للحاكم جلد٤ صفحة ٩٤ ☆ ابن ماجه جلد٢صفحه١٤٧ ☆ سنن دارمی صفحة ٧٥-(٢)سنن نسائی جلد ٢ صفحة ٩٤ ☆ ابن ماجه جلد٢صفحه١٤٧ ☆ سنن دارمی صفحه ٢٨٤-(٣) مستدرك للحاكم جلد٤ صفحة ١٥☆ مدارج النبوة ج ٢ ص ٨١١-

اس قسم کا ایک اور واقعہ ہے کہ حضرت ابن زبیر نے دو بڑی تھیلیوں میں ایک لاکھ رقم بھیجی انھوں نے یہ رقم رکھ لی اور اس کو بانٹنا شروع کیا اور وہ اُس دن بھی روزہ سے تھیں۔ شام ہوئی تو لونڈی سے افطار لانے کو کہا اس نے عرض کی یا ام المومنین اس رقم سے ذرا گوشت افطار کے لئے نہیں منگوا سکتی تھیں۔ فرمایا اب ملامت نہ کرو تم نے اس وقت یاد کیوں نہ دلایا۔(۱)

ایک دفعہ اور اس قسم کا واقعہ پیش آیا۔ آپ روزے سے تھیں گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا اتنے میں ایک سائلہ نے آواز دی۔ لونڈی کو حکم دیا کہ وہ روٹی بھی اس کی نذر کردو۔ عرض کی شام کو افطار کس چیز سے کیجئے گا فرمایا یہ تو دے دو شام ہوئی تو کسی نے بکری کا سالن ہدیۃً بھیجا۔ لونڈی سے کہا دیکھو یہ تمہاری روٹی سے بہتر چیز خدا نے بھیج دی۔(۲)

ایک بار حضرت منکدر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے پوچھا، تمہارے کوئی اولاد ہے انہوں نے کہا نہیں فرمایا، اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو تم کو دے دیتی، حسن اتفاق اسی شام امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے پاس کچھ رقم بھیجی۔ فرمانے لگیں "کس قدر جلد میری آزمائش ہوئی ہے فورا آدمی بھیج کر حضرت منکدر کو بلایا، اور دس ہزار درہم ان کو عطا کر دیئے۔ انہوں نے اس رقم سے ایک لونڈی خریدی جس سے متعدد بچے پیدا ہوئے۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متبنی بیٹے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی غیر محدود فیاضیوں سے گھبرا کر چاہا کہ اپنی خالہ کو کہیں کہ قدرے کم خرچ کیا کریں، جب انکو معلوم ہوا تو اپنے بھتیجے پر

---

(۱) ابن سعد جز نساء جلد۸ صفحہ ٦٧ (۲) موطأ امام مالک باب الترغیب فی الصدقہ۔

سخت برہم ہوئیں اور بولنا چھوڑ دیا۔ بڑی مدت تک وہ معتوب رہے آخر بڑی مشکل سے ان کو معاف فرمایا۔(۱)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ستر ہزار درہم اللہ کی راہ میں صدقہ کرتے دیکھا، حالانکہ قمیص مبارک کے دامن میں پیوند لگا ہوا تھا، ان کا سب سے نمایاں وصف جود وسخا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں "میں نے ان سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا۔(۳)

حضرت عائشہ کی بیوگی کو دو ہی سال ہوئے تھے کہ حضرت ابو بکر کا دور خلافت بھی ختم ہو گیا اور ۱۳ھ میں سیدہ عائشہ کو داغ یتیمی بھی اٹھانا پڑی۔ نزع کے وقت جب کہ آپ شفیق باپ کی خدمت میں حاضر تھیں۔ ابو بکر نے ان کو کچھ جائداد سپرد کی جس میں دوسری اولاد کا بھی حصہ تھا اس لئے فرمایا بیٹی! کیا تم جائداد اور بھائیوں کو دے دوگی۔ آپ نے خود سپردگی کے لہجے میں فرمایا "بسرو چشم" (۴)

عنایت: جب خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابولؤلؤ کے خنجر سے زخمی ہو کر جاں بلب ہوئے ہیں اور امید زیست منقطع ہو گئی۔ تو اپنے لڑکے عبداللہ سے کہا۔ تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں جا کر میرا سلام کہنا اور عرض کرنا اگر اجازت ہو تو عمر آپ کے شوہر محترم اور اپنے ہادی برحق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں، آپ کے پدر شفیق اور اپنے رفیق صادق ابو بکر کے پہلو میں دفن کر دیا جائے۔ میری یہ التجا بہت منت سے پیش کرنا ایسا نہ ہو کہ میری خواہش کی وجہ سے ام المؤمنین کو رنج پہونچے۔ اگر وہ

(۱) صحیح بخاری مناقب قریش ج ۱ ص ۴۹۷ - (۲) طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۶۶ - (۳) الادب المفرد ☆ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۸۱۱ (۴) صحیح بخاری کتاب الجنائز ج ۱ ص ۱۸۲۔

میری التجا منظور فرمالیں فبہاورنہ عام مسلمانوں کی قبرستان میں دفن کر دینا۔(۴)

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مزار کے پاس حضرت ابو بکر صدیق کو جگہ مل گئی تھی اوراب وہاں صرف ایک قبر کی جگہ باقی تھی۔ جسے ام المؤمنین نے خود اپنے واسطے بچارکھی تھی۔ باپ اور شوہر کے قدموں میں جگہ پانے سے زیادہ کسی شخص اور بالخصوص کسی عورت کو (اور جگہ بھی وہ جہاں ابدی نیند سونا ہے) اور کیا خوشی ہوسکتی ہے۔ لیکن جس وقت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رحلت فرماگئے اوران کا جنازہ تیار ہوگیا تو عبداللہ اپنے پدر بزرگوار کا پیغام لیکر ام المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باپ کا کہا حرف بحرف سنادیا۔ آپ نے فرمایا، عبداللہ تم جانتے ہو کہ جس روز سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ یہ جگہ میں نے اپنے واسطے مخصوص کرلی ہے۔ مگر تمہارے باپ نے اسلام و مسلمین کی جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ میں ان کی خواہش کو اپنی خواہش پر ترجیح دیتی ہوں، اور ان کے لیے بخوشی یہ قربانی گوارہ کرتی ہوں۔ جاؤ امیر المومنین کو لے آؤ، دفن کرو۔ میں ان کے مقابلے میں اس قابل نہیں ہوں۔ ایثار وعنایت کی اس سے زیادہ کوئی مثال آج تک کہیں دیکھنے کو کیا سننے میں بھی نہیں آئی۔

غیرت: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کمال حیااور نسوانی غیرت کا اندازہ ذیل کے اس واقعہ سے لگانا چنداں مشکل نہیں۔ کہ جب تک حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجرۂ مبارکہ میں دفن نہیں ہوئے تھے۔ آپ مزارپاک کی زیارت کے لئے بغیر نقاب اوڑے حاضر ہوا کرتی تھیں۔ لیکن جب خلیفہ سوم یہاں مدفون ہوئے تو بے نقاب جانا چھوڑ دیا۔ بلکہ جب جاتیں تو نقاب اوڑھ کراور پورا پردہ کر کے جاتی تھیں اور فرماتیں "مجھ کو عمر سے حیاء آتی ہے"۔

پردہ اور لباس:- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لباس کے متعلق مختلف روایات آئی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ سرخ کرتا اور سیاہ اوڑھنی زیب تن فرماتی تھیں لیکن زعفرانی رنگ کا تذکرہ اکثر ملتا ہے۔(۱) قاسم بن محمد کی روایت میں ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ کو بحالت احرام سونے کی انگوٹھی اور زرد رنگ کا لباس پہنے دیکھا۔(۲) گاہے گاہے زیور بھی پہن لیتی تھیں۔ گلے میں یمن کا ایک بنا ہوا ایک خاص قسم کا سیاہ وسپید مہروں کا ہار تھا۔ ایک ریشمی چادر بھی کبھی استعمال فرماتی تھیں جو بعد میں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرمادی گئی۔ قناعت پسندی کی وجہ سے صرف ایک ہی جوڑا پاس رکھتیں اور دھود ھو کر پہنتی تھیں۔ ایک کرتا تھا جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ یہ اس زمانے کے لحاظ سے اس قدر قیمتی تھا کہ تقریبوں میں دلہن کے لئے عاریۃً مانگا جاتا تھا۔

لباس میں شرع کا اتنا لحاظ تھا کہ ایک مرتبہ ان کی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمن ایک باریک اوڑھنی سر پر ڈالے ملنے آئیں۔ تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ دوپٹا پھاڑ دیا اور فرمایا "تم نہیں جانتی ہو سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے" پھر ایک دبیز کپڑے کی اوڑھنی منگوا کر انہیں پہونچا دیں۔ آپ پردہ کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ ایک دفعہ ایک گھر میں مہمان اتریں، صاحب خانہ کی دو لڑکیوں کو جواب جوان ہو چلی تھیں، دیکھا کہ بے چادر اوڑھے نماز پڑھ رہی ہیں، تاکید فرمائی کہ آئندہ کوئی لڑکی بے چادر اوڑھے نماز نہ پڑھے۔(۳)

(۱) صحیح بخاری جلد۲ صفحہ۸۶۵ ☆ طبقات ابن سعد جزء نساء جلد ۸ صفحہ۷۱-(۲) صحیح بخاری جلد۲ صفحہ ۸۷۳ -(۳) موطا امام مالک و طبقات ابن سعد جلد۸ صفحہ ۷۲-(۳) مسند احمد ابن حنبل جلد ٦ صفحہ ۹٦-

ایک دفعہ ابن اسحاق نابینا صحابی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملنے آئے تو آپ نے پردہ کیا۔ ابن اسحاق نے کہا "آپ مجھ سے چھپتی ہیں، جبکہ میں آپ کو نہیں دیکھ رہا ہوں" فرمایا اگر تم مجھ کو نہیں دیکھتے تو کیا میں تو تمہیں دیکھتی ہوں۔(۱) مذکورہ بالا تمام واقعات ہمارے لئے درس صد عبرت ہیں اور ہر قدم پر شرعی حدود کی نگہداشت کے لئے نمونہ عمل۔ (اللہ ہمیں ان کی سی سیرت عنایت فرمائے)

بسالت :حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت شجاع ونڈر اور پر دل تھیں۔ ان کی شجاعت و دلیری کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ آپ راتوں کو تنہا قبرستان چلی جاتیں اور آخرت کی یاد میں گھنٹوں آنسو بہاتی رہتیں تھیں۔

غزوہ خندق میں جب مسلمان چاروں طرف سے گھرے ہوئے تھے اور شہر کے اندر یہودیوں کے حملہ کا خطرہ تھا، تو وہ بے خطر قلعہ سے نکل کر نقشہ جنگ کا معائنہ کرتی تھیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑائیوں میں بھی شرکت کی اجازت چاہی تھی لیکن نہ ملی۔(۲) جنگ جمل میں جس شان سے وہ فوج کو لائیں وہ بھی ان کی طبعی شجاعت کا ثبوت ہے۔ غزوۂ احد میں جب مسلمان کشمکش اور اضطراب میں مبتلا تھے حضرت عائشہ اپنا پائچہ چڑھائے ہوئے اپنی پیٹھ پر مشک لاد کر پانی پلانے کی خدمت انجام دے رہی تھیں۔(۳)

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ مصر کے ایک صاحب ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے ملک کے موجودہ حاکم ووالی کا رویہ میدان جنگ میں کیا رہتا ہے۔ جواب میں عرض کیا کہ ہمیں اعتراض کے قابل کوئی

---

(۱) طبقات ابن سعد جز نساء جلد ۸ صفحہ ۱۴۷-(۲) صحیح بخاری جلد۲ صفحہ ۴۰۲

(۳) صحیح بخاری ذکر احد ج ۲ ص ۴۰۳ (۴) مسلم شریف باب فضیلۃ الامام العادل-

بات نظر نہیں آئی کسی کا اونٹ مر جاتا ہے تو دوسرا اونٹ دیتے ہیں، خادم نہ رہے تو خادم دیتے ہیں اور خرچ کی ضرورت پڑتی ہے تو خرچ بھی دیتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ انھوں نے بھائی محمد بن ابو بکر کے ساتھ جو بھی بد سلوکی کی ہو تاہم ان کی یہ بد سلوکی مجھے تم کو یہ بتانے سے باز نہیں رکھ سکتی کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے اس گھر کے اندر یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ جو میری امت کا والی ہو اگر وہ امت پر سختی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ سختی کرنا اور جو نرمی کرے اس کے ساتھ نرمی فرمانا۔(۴)

قناعت: حضرت عائشہ کا اخلاقی مرتبہ نہایت بلند تھا اور نہایت ہی فیاض و سنجیدہ اور قانع تھیں۔ عورت اور قناعت پسندی دو متضاد مفہوم ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دوزخ میں سب سے زیادہ عورتوں کو دیکھا، وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ شوہروں کی ناشکر گزاری کی وجہ سے۔ لیکن حضرت عائشہ کی ذات میں وہ دونوں مجتمع تھیں۔ انھوں نے اپنی ازدواجی زندگی جس عسرت اور فقر و فاقہ سے بسر کی محتاج بیان نہیں لیکن وہ کبھی شکایت کا کوئی حرف زبان پر نہ لائیں۔ عورتیں بالعموم اسراف کی عادی ہوتی ہیں، مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں قناعت کا وصف خصوصیت سے ودیعت ہوا تھا، لذائذ دنیوی اور مال و منال کی طرف رخ بھی نہ کرتی تھیں۔

ترمذی نے باب الزہد میں لکھا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ایک دفعہ انہوں نے کھانا طلب کیا پھر فرمایا کہ میں کبھی سیر ہو کر نہیں کھائی کہ رونا نہ آتا ہو، ایک شخص نے پوچھا یہ کیوں؟ فرمایا مجھے وہ حالت یاد آتی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا کو چھوڑا تھا، خدا کی قسم دن میں دو دفعہ بھی سیر

ہو کر آپ نے روٹی اور گوشت نہیں کھایا۔(۱)

فقرا اور اہل حاجت کی اعانت ان کے حسب حیثیت کرنا چاہیے اگر کوئی نیچے طبقے کا آدمی ہے تو صرف اس کی حاجت بر آری ہی اس کے درد کا درماں ہے لیکن اگر اس سے بلند درجہ کا آدمی ہو تو وہ اس کے ساتھ کسی قدر عزت و تعظیم کا بھی مستحق ہے حضرت عائشہ اس نکتہ کو ہمیشہ مد نظر رکھتی تھیں۔

چنانچہ ایک مرتبہ دروازہ پر ایک معمولی سائل حاضر ہوا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روٹی کا ایک ٹکڑا دیا اور رخصت کردیا، پھر ایک خوش لباس مسافر آیا، اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا، جب لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو فرمانے لگیں میرے سر تاج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "انزلوا الناس منازلھم ° ہر شخص سے اس کے درجہ کے مطابق سلوک کرو"۔(۲)

عبادت: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عبادت و ریاضت سے خصوصی دل چسپی رکھتیں۔ بڑی خاشع، متضرع، اور عبادت گزار تھیں، چاشت کی نماز برابر پڑھتیں۔ چنانچہ نماز اشراق اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (جیسا کہ حضرام ہانی سے مروی ہے) صرف ایک بار پڑھی تھی۔ لیکن بہت سے صحابہ کرام نے اس کا التزام کرلیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں "کہ اگرچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی نماز اشراق پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، لیکن میں خود پڑھتی ہوں کیونکہ آپ بہت سی چیزوں کو پسند فرماتے تھے۔ گو محض اس وجہ سے خود ان پر عمل نہ فرماتے تھے کہ امت پر فرض نہ ہو جائے۔

حضرت امام قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ

(۱) جامع ترمذی باب الزھد (۲) سنن ابی داؤد صفحہ ٦٦٥ (۳) مسند احمد ج ٦ ص ٣٤

عنھا بلاناغہ نماز تہجد پڑھنے کی پابند تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں پوری پوری سورۂ بقرہ، آل عمران اور سورۂ نساء تلاوت فرماتے تھے، اگر کوئی خوف کی آیت آجاتی تو خدا سے دعا کرتے اور اس سے پناہ مانگتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا پوری پوری رات آپ کے ساتھ نماز تہجد میں شریک رہتیں۔ اور ان کے بعد بھی اسکی پابند تھیں۔ کہ اگر اتفاق سے کبھی آنکھ لگ جاتی اور وقت پر نہ اٹھ سکتیں تو سویرے اٹھ کر نماز سے پہلے تہجد ادا کر لیتیں۔ ایک مرتبہ اسی موقعہ پر ان کے بھتیجے قاسم پہونچ گئے تو انھوں نے دریافت کیا کہ پھوپھی جان! یہ کیسی نماز ہے؟ فرمایا رات کو نہیں پڑھ سکی اور اب اس کو چھوڑ نہیں سکتی ہوں۔(۱)

رمضان میں تراویح کا خاص اہتمام کرتی تھیں۔ ذکوان نامی ان کا ایک خواندہ غلام تھا وہ امام ہوتا تھا سامنے قرآن رکھ کر پڑھتا تھا یہ مقتدی ہوتیں۔(۲) اکثر روزے رکھا کرتیں، غلاموں پر شفقت کرتیں اور انہیں خرید کر آزاد کرتیں تھیں ان کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد ۶۷ ہے۔ اخلاق بہت بلند تھا، اور رحم دل بھی بہت تھیں، کسی کا دکھ دیکھ کر مضطرب ہو جاتیں۔

اکثر روزے رکھا کرتیں اور بعض روایتوں کے مطابق ہمیشہ روزے سے رہتیں تھیں(۳)۔ ایک دفعہ گرمی کے دنوں میں عرفہ کے روز روزہ سے تھیں۔ گرمی سختی اور تپش اس قدر تھی کہ سر پر پانی کے چھینٹے دیئے جاتے تھے۔ عبدالرحمٰن (آپ کے بھائی) نے کہا کہ اس گرمی میں روزہ کچھ ضرور نہیں افطار کر لیجئے۔ فرمایا کہ جب میں رسول اللہ سے یہ سن چکی ہوں کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنا سال بھر کے گناہ معاف

(۱) دار قطنی کتاب الصلوٰۃ-(۲) صحیح بخاری باب امامۃ العبد والمولیٰ جلد ۱ صفحہ ۹۶ ☆ موطأ امام محمد صفحہ ۹۴۳-(۳) طبقات ابن سعد جزء نساء جلد ۸ صفحہ ۶۸-

کرا دیتا ہے تو میں روزہ توڑ دوں گی؟۔(۱)

حکایات: ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک ایرانی شخص نے (جو کھانا بہت اچھا پکا تا تھا) آپ کی دعوت کی۔ آپ نے دریافت کیا اور عائشہ کی اس نے کہا صرف آپ کی، تو آپ نے فرمایا میں بھی نہیں آتا۔ دوسری دفعہ پھر یہی سوال وجواب ہوا۔ تیسری مرتبہ اس نے عرض کیا آپ کی اور ام المومنین دونوں کی دعوت ہے، تو آپ نے منظور فرمالیا۔(۲)

اوپر لکھا گیا ہے کہ حضرت عائشہ وداع ہوئیں، تو ان کے ساتھ گڑیاں تھیں ایک دن کا ذکر ہے کہ فخر کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں تشریف رکھتے تھے، گڑیاں طاق میں چھپی ہوئی تھیں، مگر ان کے آگے پردہ پڑا ہوا تھا۔ اتفاق سے پردہ ہوا سے اڑا تو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر گڑیوں پر پڑی آپ نے دریافت فرمایا عائشہ یہ کیا ہے؟ بی بی عائشہ نے کہا میری بیٹیاں، آپ خاموش ہوگئے ان ہی گڑیوں میں ایک مٹی کا گھوڑا تھا اور اس کے پر بھی بنے ہوئے تھے، آپ نے پوچھا عائشہ گھوڑوں کے پر بھی ہوتے ہیں کیا؟ ام المؤمنین نے جواب دیا کیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پر نہیں تھے!۔(۳)

ایک موقع پر ام المومنین کسی بات پر ناخوش ہوگئیں، تو آپ نے فرمایا اچھا عائشہ اس کا فیصلہ کسی سے کرالو، اگر تم کہو تو عمر حکم رہے، دیکھو وہ کیا کہتے ہیں ام المومنین نے کہا نہیں میں ان کا حکم نہیں مانتی وہ بہت سخت ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا ابو بکر۔ ام المؤمنین نے منظور کر لیا جب فیصلہ شروع ہوا تو حضرت عائشہ نے رسول

---

(۱) مسند احمد بن حنبل۔(۲) مسلم کتاب الاطعمہ (۳) ابوداؤد کتاب الادب و طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحۃ ٦٢ ☆ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۸۰۸۔

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا ٹھیک کہنا۔ منہ سے یہ نکلنا تھا کہ ابو بکر نے بیٹی کو تھپڑ مارا، اور کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی! اس پر خود سرکار دو عالم نے حضرت صدیق سے فرمایا۔ ابو بکر! میں نے تمہیں فیصلہ کرنے کے واسطے بلایا تھا۔ مارنے کے لئے نہیں ۔ (۱) باوجود ان کی ناز برداری اور محبت کے ، مساوات کے قاعدے میں تادم حیات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی فرق نہ آنے دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کم عمر تھیں ان سے آپ کی عمر کے مطابق پیش آتے تھے، ام المؤمنین سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا معمر تھیں ان سے ان کی عمر کے مطابق۔ لیکن یہ نہیں ہوتا تھا کہ ان تعلقات میں مساوات کا اصول ہاتھ سے جاتا رہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے حضرت عائشہ تھوڑا سا حریرہ پکا کر لائیں، ام المؤمنین سودہ بھی برابر بیٹھی تھیں، ان سے کہا آپ بھی کھایئے انہوں نے انکار کیا تو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ اگر تم نہ کھاؤ گی تو میں تمہارے منہ پر مل دوں گی۔ چنانچہ وہ حریرہ ان کے منہ پر مل دیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھ کر بی بی سودہ سے فرمایا تم بھی عائشہ کے منہ پر مل دو۔ بی بی عائشہ نے بھاگنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکو پکڑ لیا اور حضرت سودہ نے ان کے منہ پر حریرہ مل دیا۔

ایک مرتبہ گیارہ عورتیں ایک جگہ جمع تھیں۔ باہم طے پایا کہ ہر ایک اپنے اپنے شوہر کا حال بے کم و کاست کہہ سنائے۔ بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی وہاں پہونچ گئیں۔ ادھر ادھر کی باتیں ہونے کے بعد ان عورتوں نے اپنے اپنے شوہروں کا حال بیان کرنا شروع کر دیا۔

(۱) سید الانبیاء مترجم الوفا للجوزی صفحہ ۶۸۴۔

(۱) پہلی عورت نے کہا کہ میرے خاوند کا یہ حال ہے کہ وہ بالکل دبلے اونٹ کے گوشت کی مانند ہیں، جو کسی اونچے پہاڑ پر دھرا ہوا ہو۔ یعنی جس کا چاہے بلا تکلف بآسانی اٹھالائے مطلب یہ ہوا کہ بہت ہی چھچھورا اور لغو انسان ہے۔

(۲) دوسری بولی مجھ کو اس سلسلے میں شریک نہ کرو میں اسکو پسند نہیں کرتی اور مجبور ہوں۔ اسلئے کہ وقت تھوڑا ہے اور حال زیادہ، ممکن ہے کہ کوئی بات رہ جائے۔ اور اگر مفصل طور پر بیان کروں گی تو اس کے بہت سے عیوب و نقائص ظاہر ہونگے۔

(۳) تیسری بولی میرا شوہر طویل القامت، بدوضع اور بدرو ہے، اگر میں اس کے روبرو کچھ کہوں تو طلاق دینے پر آمادہ ہو خاموش رہوں تو ادھر نہ ادھر میں چھوڑ دے۔ روٹی کپڑا کچھ نہ دے اور ہر چیز سے ہاتھ اٹھالے۔

(۴) چوتھی کہنے لگی میرا شوہر ایسا ہے جیسے شب تہامہ (تہامہ اس سرائے عرب کا نام ہے جس میں مکہ معظمہ ہے اور یہ سرائے بہت مشہور ہے)۔

(۵) پانچویں بولی کہ میرا خاوند جس وقت مکان میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ چیتے کی نیند سو جاتا ہے۔ (چیتا نیند کے اعتبار سے بہت معروف ہے) لیکن یہ کیفیت اس کی صرف گھر میں ہے۔ باہر نکلتا ہے تو شیر بن جاتا ہے جو وعدہ کرتا ہے اس کو پورا کرتا ہے مزاج کا بڑا حکیم و حلیم اور سخی ہے۔

(۶) چھٹی بولی میرے شوہر کی یہ کیفیت ہے کہ جب کھانے بیٹھتا ہے تو جس قدر ہو سب ڈکار لیتا ہے۔ اور پینے پر آتا ہے تو سب ڈکوس لیتا ہے، اور جب لیٹتا ہے تو اپنا بدن لپیٹ کر مجھ سے الگ تھلک لیٹتا ہے۔

(۷) ساتویں بولی میرا شوہر نہایت فسادی اور پرلے درجے کا بیوقوف ہے، کوئی ایسا عیب نہیں جو اس کی ذات میں نہ ہو، کبھی کہتا ہے تیرا سر پھوڑ ڈالونگا۔ کہیں کہتا ہے

ہاتھ توڑ ڈالوں گا۔

(۸) آٹھویں بولی میرا شوہر چھونے میں خرگوش کی مانند نرم ہے اور جو ستون میں زرنب (ایک گھاس) کی طرح ہے۔

(۹) نویں نے کہا میرا شوہر بڑا بلند اور طویل القامت ہے۔ اس کا باورچی خانہ ہمیشہ گرم رہتا ہے، اور اسکا گھر مسافر خانہ کے پاس ہے۔ اس کے چولہے میں راکھ کا ڈھیر ہوتا ہے (عرب میں یہ فیاضی کے بیان کرنے کا طریقہ ہے)۔

(۱۰) دسویں بولی میرے شوہر کا نام مالک ہے اور وہ ایسا ہے سنو! وہ میری تعریف سے افضل و برتر ہے اس کے پاس شتر خانے بکثرت ہیں اور چراگاہیں کم۔ یعنی اسکے اونٹ بکثرت ذبح ہوتے ہیں۔ اب سب سے اخیر میں

(۱۱) گیارہویں نے اپنی لمبی کہانی اس طرح کہنا شروع کیا۔ میرے شوہر کا نام ابوذرع ہے اس نے میرے دونوں کان زیور سے آراستہ کئے اور میرے دونوں بازو چربی سے بھر دیئے۔ اس نے مجھے بھیڑ بکری والوں میں پایا، اور اونٹ گھوڑوں کا مالک بنا دیا۔ میں غریب ونادار تھی، اس نے میرے پاؤں تلے دولتوں کے انبار لگا دیئے، جب اس سے بولتی ہوں، تو کبھی برا نہیں سمجھتا، اور جب سو جاتی ہوں، تو صبح کر دیتی ہوں۔ جب دودھ پینا شروع کرتی ہوں تو خوب پیٹ بھر کر پیتی ہوں۔ ابوذرع کی ماں یعنی میری ساس بھی بڑی خلیق و ملنسار ہے، اس کے مکان کا صحن بہت وسیع ہے، اس کا بیٹا بھی اچھا انسان ہے، اسکی آرام گاہ ایسی ہے جیسے تلوار کا میان۔ اسے حلوان کا صرف ایک دست کافی ہے یعنی کم خوراک۔ ابوذرع کی بیٹی ماں باپ کی تابعدار و فرماں بردار ہے۔ اسکی کنیز بھی لائق تحسین ہے، جو ہماری بات کو شہرت نہیں دیتی۔ وہ چور نہیں ہے کہ ہمارا کھانا اٹھا کر لے جائے، نہ پھوہڑ ہے کہ ہمارا گھر کوڑے سے بھرا رکھے۔

ابوذرع ایک ایسے روز باہر نکلا کہ گھی نکالنے کے واسطے دودھ بلویا جا رہا تھا، اس کو ایک ایسی عورت ملی جس کے ساتھ دو چھوٹے بچے تھے، جو ماں کی گود میں انار کی طرح کھیل رہے تھے ابوذرع نے مجھ کو طلاق دے کر اس سے نکاح کر لیا۔ میں نے بھی ایک دولت مند کے ساتھ شادی رچا لی، جو گھوڑے کا عمدہ سوار اور تیر باز تھا، اس نے بہت سے چوپائے مجھے دیئے۔ لیکن دونوں کا مقابلہ کروں تو ابوذرع کے چھوئے برتن تک کی برابری نہیں ہو سکتی، ام المؤمنین نے بہت غور سے ان کی باتیں سنیں۔ اور آکر حرف بحرف نبی کریم سے بیان کر دیں۔ آپ نے فرمایا میں بھی تیرے ساتھ وہی کروں گا جو ابوذرع نے ام ذرع کے ساتھ کیا۔ الا یہ کہ طلاق نہ دوں گا۔(۱)

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک سائلہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازہ پر آئی، دو ننھے بچے اس کے ساتھ تھے اس وقت گھر میں سوائے تین کھجوروں کے اور کچھ نہ تھا کھجوریں اس کو دلوا دیں۔ سائلہ نے ایک ایک کھجور ان بچوں کو دی اور ایک اپنے منھ میں ڈال لی۔ بچوں نے اپنا اپنا حصہ کھا کر حسرت سے ماں کی طرف دیکھا اس نے اپنے منھ سے کھجور نکال کر آدھی آدھی دونوں میں بانٹ دی اور خود نہیں کھائی۔(۲) ماں کی محبت کا یہ حسرت ناک منظر اور اس کی یہ بے کسی دیکھ کر آپ بے تاب ہو گئیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

اسی طرح دفعہ ایک سائلہ آئی جس کی گود میں دو ننھے ننھے بچے تھے اتفاق سے اس وقت بھی گھر میں کچھ نہ تھا صرف ایک چھوہارا تھا اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں میں تقسیم کر دیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب باہر سے تشریف لائے

(۱) صحیح بخاری باب حسن المعاشرة جلد ۲ صفحہ ۷۷۹ ☆ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۸۸۔ (۲) مستدرک للحاکم۔

توماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا جس نے ان لڑکیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا وہ اس کے لئے جہنم سے حجاب بن جائیں گی۔(۱)

ایک دن عید کے زمانے میں کچھ حبشی لڑکے مسجد نبوی کے صحن میں بانک بٹے کے تماشے کر رہے تھے، آپ نے بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا۔ تم دیکھنا چاہتی ہو انہوں نے جواب دیا ہاں! فرمایا آؤ میری پیٹھ کے پیچھے کھڑی ہو جاؤ۔ چنانچہ میں اپنی ٹھوڑی آپ کے کندھے پر رکھ کر کھڑی ہو گئی، اور جب تک میں دیکھتی رہی آپ اسی طرح کھڑے رہے۔(۲)

ایک غزوہ میں حضرت عائشہ رفیق سفر تھیں تمام صحابہ کو آگے بڑھ جانے کا حکم ہوا۔ سرکار نے حضرت عائشہ سے فرمایا آؤ دوڑیں دیکھیں کون آگے نکلتا ہے۔ یہ دبلی پتلی تھیں آگے نکل گئیں۔ کئی سال کے بعد اسی قسم کا ایک اور موقع آیا حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اب میں کچھ بھاری ہو گئی تھی۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے نکل گئے تو فرمایا عائشہ! یہ اس دن کا جواب ہے۔

امیر معاویہ نے ایک دفعہ ان کو خط لکھا کہ مجھ کو مختصر نصیحت کیجئے۔ حضرت عائشہ نے جواب میں لکھا۔ سلام علیک امابعد میں نے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے جو شخص انسانوں کی نارضامندی کی پرواہ نہ کر کے خدا کی رضا کا طلب گار ہو گا خدا انسانوں کی نارضامندی کے نتائج سے اس کو محفوظ رکھے گا۔ اور جو خدا کو نارضامند کر کے انسانوں کی رضامندی کا طلب گار ہو گا خدا اس کو انسانوں کے ہاتھ میں سونپ دے گا والسلام علیک ۔ حضرت عائشہ کی نصیحت کے یہ فقرے

---

(۱) مسند احمد بن حنبل جلد ٦ صفحہ ۳۳- ۸۸-(۲) صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۸۰-
(۳) سنن ابوداؤد باب السبق -(٤) جامع ترمذی باب الزھد-

درحقیقت امیر معاویہ کے حالات زندگی پر ایک مختصر تبصرہ ہیں۔(۴)

حضرت عمر کے عہد مبارک میں تمام ازواج مطہرات کے لئے دس دس ہزار درہم سالانہ وظائف مقرر تھے جب کہ حضرت عائشہ کو بارہ ہزار دیا جاتا تھا اور اس زیادتی کی وجہ حضرت عمر یہ بیان فرماتے کہ وہ سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھیں۔ تحفوں کی تقسیم میں یہاں تک خیال رکھتے کہ اگر کوئی جانور ذبح ہوتا تو بقول سیدہ عائشہ سری پائے ان کے پاس دیئے جاتے تھے۔(۱)

عراق کی فتوحات کے بعد جب مال غنیمت کی تقسیم ہوئی تو اس میں ایک موتیوں کی ڈبیہ بھی تھی۔ موتیوں کی تقسیم دشوار معلوم ہوئی تو حضرت عمر نے لوگوں سے اجازت مانگی کہ اگر تمہیں منظور ہو تو میں ام المومنین کو بھیج دوں کہ وہ حضور کی چہیتی بیوی ہیں؟ سب نے بخوشی اجازت دے دی۔ حضرت عمر نے وہ ڈبیہ حضرت عائشہ کے پاس بھیج دی انھوں نے کھول کر دیکھا تو فرمایا "ابن خطاب نے سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مجھ پر بڑے احسانات کئے۔" اللھم لاتبقنی لعطیتہ لقابل "خدایا آئندہ مجھے ان عطیوں کے لئے زندہ نہ رکھنا۔(۲)

علمیت: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی علمی لیاقت و قابلیت کو دیکھا جائے تو آسمان کی بلندیوں پر نظر آتی ہیں۔ سرکاردوعالم کو جوان سے والہانہ محبت تھی وہ ظاہری حسن وجمال کی وجہ سے نہیں بلکہ ذاتی علم وفضل کا کمال تھا، جس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا علم کا بحر ناپیدا کنار تھیں، علم نبوت کو اپنی روحانی اولادوں تک پہونچانے میں انہوں نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، علم کے پھیلاؤ

(۱) موطا امام محمد باب الزهد صفحة ۲۸۹ - (۱) مستدرك للحاكم جلد ٤ صفحه ۹-

کیلئے قابل قدر خدمات سرانجام دیں اور بعد میں آنے والوں کیلئے روشنی کے مینار قائم کیے۔

علمی حیثیت سے ان کو نہ صرف عورتوں ، نہ صرف دوسری امہات المؤمنین ، نہ صرف خاص صحابیوں بلکہ باستثنائے چند تمام صحابۂ کرام پر فوقیت و عظمت حاصل تھی۔ ان کی علمیت کے بارے میں حضرت امام زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”اگر تمام مردوں اور امہات المؤمنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا علم وسیع تر اور ان سب میں زیادہ ہوگا“۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ ”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالمہ تھیں، بڑے بڑے اکابر صحابہ ان سے پوچھا کرتے تھے“۔(۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں ”ہم کو کوئی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی کہ جس کو ہم نے حضرت عائشہ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس سے اس کے متعلق ہم کو کچھ معلومات نہ ملی ہو“۔(۲)

ایک شخص نے حضرت مسروق تابعی سے (جو تمام تر حضرت عائشہ کے تربیت یافتہ تھے) پوچھا۔ کیا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ”فرائض“ سے واقف تھیں؟ جواب دیا۔ بخدا میں نے ان سے بڑے بڑے صحابہ کو فرائض کے مسائل دریافت کرتے دیکھا ہے۔(۳)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ قرآن، فرائض، حلال و حرام، فقہ، شاعری، انساب و تواریخ عرب کا اعلم ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔(۴)

(۱) مستدرک للحاکم ج۴ ص ۱۲- (۲) جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۲۸ ☆ مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۴☆ مستدرک للحاکم ج۴ ص ۱۲-(۳) مستدرک ج ۴ ص ۱۲ ☆ وابن سعد ج۸ص۶۶-(۴) شرح مواھب اللدنیہ للزرقانی ج ۳ ص۲۲۷- ☆ مستدرک وحاکم ج ۴ ص ۱۲ ☆ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۱۱-

حضرت احنف بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے ابو بکر و عمر، عثمان و حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب کا خطبہ سنا ہے مگر حضرت عائشہ سے زیادہ فصیح و بلیغ خطبہ کسی مخلوق کی زبان سے سماعت نہیں کیا۔(۱)

حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ کسی کو فصیح نہیں دیکھا۔(۲) حضرت عطاء ابن الرباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ "ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے زیادہ فقیہہ، سب سے زیادہ صاحب علم، اور عوام میں سب سے زیادہ صائب الرائے تھیں۔(۳)

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ابو سلمہ جو بڑے جلیل القد تابعی تھے بیان کرتے ہیں" میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ سنت نبوی کا عالم، تفقہ فی الدین کا ماہر، آیات کلام مجید کے شان نزول، اور فرائض کا جاننے والا کسی اور کو نہیں دیکھا۔(۴)

علم طب اور مریضوں کے علاج و معالجہ میں بھی انہیں کافی دسترس حاصل تھی۔ چنانچہ امام احمد نے عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔ فرماتے ہیں "میں نے ایک دن گھبرا کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ اے اماں جان! مجھے آپ کے علم حدیث و فقہ پر کوئی تعجب نہیں۔ کیونکہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت و مصاحبت کا شرف حاصل ہے۔ آپ ان کی محبوب

---

(۱) مستدرک للحاکم جلد ۱۲ صفحہ ٤ - (۲) جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ۲۲۷ ☆ مشکوٰۃ شریف صفحہ٥٧٤- مستدرک للحاکم ج٤ ص ۱۲ (۳) جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۷-(٤) جامع ترمذی جلد۲ صفحہ ۲۲۷ ☆ مستدرک للحاکم جلد٤ صفحہ ۱۲-

ترین زوجہ ہیں۔ اور یار غار ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نور نگاہ ہونے کی وجہ سے اس پر بھی کوئی حیرانی نہیں کہ آپ کو عرب کے اشعار و وقائع اتنے کیسے یاد ہو گئے کیونکہ صدیق اکبر تو انساب و اشعار عرب کے ماہر و حافظ تھے۔ مگر تعجب صرف اور صرف اس بات پر ہے کہ آخر یہ طبی معلومات اور علاج و معالجہ کی مہارت کہاں سے اور کیسے پیدا ہوئی۔؟ یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے شانے پر مارا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی آخری عمر میں اکثر صاحب فراش ہو جاتے، اور عرب کے چیدہ اطبا آپ کے لئے دوائیں تجویز کرتے تھے۔ اور میں ان دواؤں سے آپ کا علاج کرتی تھی بایں وجہ مجھے طبی معلومات بھی حاصل ہو گئی۔(۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مرتبہ طبقۂ رُوات میں بھی بہت بلند ہے، اور سوائے حضرت ابوہریرہ و حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کسی اور صحابی سے اتنی روایتیں بیان نہیں کی گئیں جتنی حضرت عائشہ سے منقول ہیں۔ حضرت ابوہریرہ کی روایتیں سب سے زیادہ (۵۳۷۴) ہیں اسکے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ ہے جنہوں نے (۲۶۶۰) حدیثوں کی روایت کی اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جس سے (۲۲۱۰) احادیث روایت کی گئی ہیں، ان میں بخاری و مسلم میں (۱۷۴) متفق علیہ ہیں صرف بخاری شریف میں (۵۴) اور صرف مسلم شریف میں (۶۷) بقیہ دیگر کتابوں میں مذکور ہیں۔(۲) ان میں کثرت ان کی ہے جو زمانۂ معاشرت اور روادارانہ تعلقات سے متعلق ہیں۔ نسوانی زندگی کے ضروری مسائل جو آج بآسانی حل ہو جاتے ہیں، اگر بی بی عائشہ

(۱) مسند احمد بن حنبل جلد۶ صفحہ ٦٧ ☆ شرح مواھب للزرقانی جلد ۳ صفحہ ۲۳٤ ☆ مستدرک للحاکم جلد٤ صفحہ ۱۳- (۲) ☆ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۱۱-

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توجہ ادھر منعطف نہ ہوتی تو شاید سخت پیچیدہ رہتے، اور نہ معلوم کس طرح حل ہوتے۔ چونکہ فقیہہ تھیں اس لئے جو رائے کسی معاملہ میں رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہوتی تھی اسے اسی طرح نہایت شستہ مفہوم میں ادا کر دیتی تھیں۔ یہ ان کی قابلیت ولیاقت من جانب اللہ تھی کہ کبھی ان کی رائے کسی معاملہ میں مغالطہ کا شکار نہ ہوئی۔ اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ان کے جانشیں مقرر ہوئے، وہ بھی جب کہیں الجھتے تو سیدھے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف رجوع کرتے تھے۔

جس بیوی کا باپ ابو بکر صدیق جیسا خلیق انسان، اور شوہر محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا عظیم پیغمبر ہو، وہ جو کچھ نہ ہوتیں تھوڑا تھا۔ خود سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں ان کی دین داری کا یہ حال تھا، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے "حذوا شطر دینکم عن الحُمیرا تم اپنے ایک تہائی حصہ دین کو حُمیرا (یعنی سیدہ عائشہ) سے حاصل کرو۔(۱) لیکن فردوس میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں " حذوا ثُلُث دینکم من بیت عائشة تم اپنے دو تہائی دین کو عائشہ کے گھر سے حاصل کرو" (۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث کے راویوں کی تعداد دو سو ہے جن میں سے پچاس خواتین ہیں۔

لیاقت: سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کثرت ازواج اور خصوصاً سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ شادی میں بڑی مصلحت یہ تھی کہ ان کے ذریعہ عورتیں فیضیاب ہو سکیں۔ جس عمر میں وہ رشتہ ازداج سے منسلک ہوئیں، وہ

---

(۱) درر المنتثرہ فی الاحادیث المشتہرہ للسیوطی ص ۷۰ ☆ جدابہ ج ۳ ص ۱۲۹ ☆ البدایہ والنہایة (۲) مسند عائشہ لاسحاق بن راھویہ ص ۱۰۷ لاھور ☆ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۱۱۔

عمر سیکھنے کی صلاحیتوں سے بھرپور ہوتی ہے، اور ذوق و شوق بھی اتنا ہی بیدار ہوتا ہے۔ علوم دینیہ کی تعلیم کا کوئی مخصوص وقت نہ تھا۔ معلم شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود گھر میں تھے، شب و روز ان کی صحبت میسر تھی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم و ارشاد کی محفلیں روزانہ مسجد نبوی میں سجتی تھیں۔ چونکہ مسجد حجرۂ سیدہ عائشہ سے بالکل ملحق تھی، اس بنا پر معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر سے باہر جو لوگوں کو درس دیتے تھے، وہ اس میں شریک ہوتی تھیں۔ اگر کبھی زیادہ فاصلہ ہونے کے باعث کوئی بات سمجھ میں نہ آتی۔ تو جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں تشریف لاتے دوبارہ پوچھ کر تسلی کر لیتی تھیں، کبھی اٹھ کر مسجد کے قریب چلی جاتی تھیں۔ اس طرح جب بھی موقع ملتا، ام المؤمنین رحمت للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر آن ہر لحظہ سیکھنے کی سعی جمیل فرماتی رہتی تھیں۔ حضور اکرم بھی انہیں بڑی صراحت و وضاحت سے سمجھاتے، تاکہ کسی نوع کا کوئی ابہام و شک نہ رہ جائے، کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ آنے والے وقت میں ان پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہونے والی تھی۔

اس کے علاوہ آپ نے عورتوں کی درخواست پر ہفتہ میں ایک خاص دن ان کی تعلیم و تلقین کے لئے متعین فرما دیا تھا۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چھوٹے بچے اور بچیوں کو اپنی کفالت میں لیکر انہیں زیور علم سے آراستہ کرتیں، خواتین کے لئے اپنے گھر میں حلقہ درس قائم کرتیں، پردہ کی اوٹ سے مسجد نبوی میں موجود سائلین کو جواب مرحمت فرماتیں۔ دراصل یہی سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی درسگاہ تھی۔ دینی معاملات میں امت کو الجھن پیش آنے کی صورت میں اپنی قوت اجتہاد سے کام لے کر فتاوے جاری کرتیں۔ اگرچہ احادیث میں روایت بالمعنی کا عام طور پر رواج

ہے اور روایت باللفظ کم اور نہایت کم ہے۔ تاہم حضرت عائشہ کی روایت کے اصلی الفاظ محفوظ ہیں، جس سے پوری حدیث میں جان پڑ گئی ہے۔ مثلاً آغاز وحی کے بارے میں فرماتی ہیں "فما رأى رويا الاجاءت مثل فلق الصبح" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو خواب دیکھتے تھے سپیدہ سحر کی طرح نمودار ہو جاتا تھا"۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جب وحی کی کیفیت طاری ہوتی تو جبین مبارک پر عرق آجاتا اس منظر کو یوں بیان کرتی ہیں" مثل الجمان" پیشانی پر موتی ڈھلکتے تھے"۔ جب لوگوں نے معاذ اللہ ان پر تہمت رکھی تو کرب اور بے چینی میں راتوں کو نیند نہ آتی تھی اس مفہوم کو اس طرح ادا کرتی ہیں "ما اكتحل بنوم" میں نے سرمہ خواب نہیں لگایا"۔(۱)

ایک دن امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ نے ایک درباری سے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اس نے کہا "امیر المؤمنین آپ ہیں" آپ نے فرمایا نہیں میں قسم دیتا ہوں سچ سچ بتاؤ، اس نے کہا "اگر یہ ہے تو پھر عائشہ صدیقہ اس کا جواب ہے۔(۲)

بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فراست ولیاقت کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو گا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پردہ فرمایا۔ اس وقت حضرت عائشہ کی عمر ۱۸ برس کی تھی یعنی وہ قریباً نو برس سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں رہیں۔ مگر اس قلیل مدت میں انہوں نے اتنا کچھ حاصل کر لیا کہ بعد رحلت رسول صحابہ کرام اور خلفائے عظام جہاں کہیں کسی مسئلہ میں الجھتے سیدھے آپ کی بارگاہ کا رخ کرتے اور آپ تشفی بخش انداز میں سمجھا دیتیں تھیں۔ ہمہ وقت ان کا علمی فیضان ان کے سروں پر سایہ فگن تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے بعض واقعات ایسے

(۱) صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۹۵-(۲) مستدرک للحاکم جلد ٤ صفحہ ١٥-

ہیں جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے اسلام کی حقیقی روح کو کس قدر تکمیل کے ساتھ سمجھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات اور آپ کے ہر طرز عمل سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اسلام میں حددرجہ سہولت کی تاکید ہے اور اسی لئے اسے فطری مذہب کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے اس نکتہ کو جس قدر خوبی کے ساتھ سمجھا، وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ آپ کے زمانے میں ابن ابی السائب تابعی وعظ کے بڑے شائق تھے اور ہر نماز کے بعد دیر تک مسجع اور مقفی عبارت میں دعا مانگتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو معلوم ہوا تو مخاطب ہو کر بولیں "ہفتہ میں ایک دن اور حد سے حد تین دن سے زیادہ وعظ نہ کہا کرو، اور دعائیں مختصر مانگا کرو، مقفی مسجع عبارت کی ضرورت نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انکے صحابہ کا یہ وتیرہ نہیں تھا۔ کہ وعظ و تلقین اور دعا کی طوالت سے لوگوں کو گھبرادیں"۔(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگر چاہتیں تو صرف یہ کہہ سکتی تھیں کہ وعظ و دعاء میں اختصار کرو لیکن آپ نے دعاؤں کی طوالت کے اصل راز کو معلوم کر کے مسجع عبارت کے بنانے سے منع کیا، کیونکہ آپ سمجھتی تھیں کہ طوالت کی وجہ یہی ہے۔

حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی اپنے پدر بزرگوار کی زندگی ہی میں مرجعیت عام اور منصب افتا حاصل کر لیا تھا اور آخر زمانہ تک بقیہ خلفائے راشدین کے زمانوں میں بھی وہ اس پر منصب جلیلہ پر فائز رہیں۔ حضرت قاسم جو صحابہ کے بعد مدینہ کے سات مشہور تابعیوں میں شمار ہوتے تھے فرماتے ہیں "کانت عائشة قد استقلت بالفتاوی فی خلافة ابی بکر وعمر وعثمان وهلم جراالیٰ ان ماتت یرحمها الله"۔ حضرت عائشہ حضرت ابو بکر کے

---

(۱) مسند احمد بن حنبل جلد ٦ صفحہ٢١٧-(٢) طبقات ابن سعد جلد ٢ صفحہ١٢٦-

وعثمان وهلم جراالیٰ ان ماتت یرحمها الله"۔ حضرت عائشہ حضرت ابو بکر کے عہد خلافت ہی میں مستقل طور سے افتا کا منصب حاصل کر چکی تھیں حضرت عمر اور حضرت عثمان اور ان کے بعد آخری وقت تک وہ برابر فتاوے دیتی رہیں۔(۲)

حضرت عمر کے عہد خلافت میں مخصوص صحابہ کرام کے علاوہ اور لوگوں کو افتا کی اجازت نہ تھی اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر کو حضرت عائشہ کے علم اور واقفیت پر کس درجہ اعتماد تھا۔ وسعت معلومات، صحت فکر، اصابت رائے اور تفقہ فی الدین کی چند مثالیں اور پیش کی جاتی ہیں۔

تفقه فی الدین:-(ا) فجر کی نماز میں باوجود اس کے کہ وقت کافی ہوتا ہے صرف دو رکعت فرض کی گئی اور دو رکعت سنت کی۔ جس کی وجہ بظاہر سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا، نماز فجر میں اس لئے زیادہ رکعتیں نہیں رکھی گئیں کہ اس وقت قرأت طویل کی جاتی ہے۔(۱)

(۲) حضرت عمر فاروق سے روایت کی گئی کہ عصر اور فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہ پڑھنی چاہیے، بظاہر اس ممانعت کا کوئی سبب معلوم نہ ہوتا تھا، لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کی وجہ یہ بیان کی۔ کہ اگر کوئی شخص ٹھیک طلوع و غروب کے وقت نماز پڑھے تو آفتاب پرست لوگوں کے ساتھ مشابہت لازم آئیگی۔

(۳) آج کل عام طور پر لوگ نفل کی نماز بیٹھ کر ادا کرتے ہیں کیونکہ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے، ایک شخص نے حضرت عائشہ سے اس کی بابت سوال کیا تو آپ نے جواب دیا "یہ اس وقت کی بات ہے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمزور ہو گئے تھے"۔ یعنی

(۱) مسند احمد بن حنبل جلد ٦ صفحہ ٢٤١۔

مسنونیت کے قائل ہیں وہ قول عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سبق لیں۔

(۴) ایک بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے۔ بعض صحابہ نے خیال کیا کہ یہ حکم ہمیشہ کے لئے اور بعض نے صرف اسی وقت زمانہ کیلئے مخصوص سمجھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اس حکم کو وقتی سمجھا جس کی وہ نہایت معقول وجہ یہ بیان فرماتی تھیں کہ "اس زمانہ میں کم لوگ قربانی کر سکتے تھے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تاکہ جن لوگوں نے قربانی نہیں کی انہیں بھی گوشت مل جائے۔(۱) واضح رہے کہ یہ حکم عام ہے زمانہ رسالت سے خاص نہیں۔ آج بھی قربانی کا گوشت خشک کیا اور بعد میں استعمال کیا جاتا ہے۔

(۵) مکہ معظمہ کے قریب ایک وادی جس کا نام محصب ہے، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایام حج میں یہاں قیام فرمایا تھا، اس لئے بعد کو صحابہ بھی یہاں قیام کرتے تھے، یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہاں کے قیام کو سنن حج میں شامل کرلیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ اس کے خلاف تھیں وہ فرماتی تھیں یہاں کے قیام کو سنن حج میں شامل کرنا اس لئے صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قیام یہاں صرف اس لئے ہوتا تھا، کہ یہاں سے حج کیلئے کوچ کرنے میں آسانی تھی، نہ اس نیت سے کہ یہاں کا قیام مذہبی نقطہ نگاہ سے اولی واحسن ہے۔(۲)

(۶) سورۂ نساء میں چار بیویوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے، جس کا مفہوم کچھ یوں ہے "اگر تمہیں اندیشہ ہے کہ تم سے یتیموں کے باب میں انصاف نہ ہو سکے گا تو عورتوں میں سے اپنی حسب خواہش دو دو، تین تین، چار چار، نکاح کر سکتے ہو۔ بظاہر اس

---

(۱) مسند احمد بن حنبل جلد ٦ صفحہ ۲۱۷ ☆ سنن دارمی صفحہ ۲۵۱-(۲) مسند احمد جلد ٦ صفحہ ۱۹۰ ☆ صحیح مسلم باب استحباب النزول بالمحصب جلد۱ صفحہ ۴۲۲-

آیت کے معنی بہت مشکل و مبہم ہیں، یتیموں کے ساتھ انصاف اور پھر چار نکاحوں تک کا جواز، سمجھ میں نہیں آتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عروہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کے متعلق دریافت کیا، تو آپ نے بتایا کہ بعض اوقات یتیم لڑکیاں جائداد میں ولی کی شریک ہوتی ہیں، اور وہ ان سے نکاح کر کے مہر کم کر دیتا ہے، ایسی حالت میں ان سے نکاح کی مخالفت کی گئی کیوں کہ یہ انصاف کے خلاف تھا۔

وہ نمازیں جو چار ہیں قصر کی حالت میں صرف دو رکعتیں ادا کی جاتی ہیں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ چار میں سے دو سہولت کی خاطر ساقط کر دی گئی ہیں۔ لیکن اصل واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبانی سنو" فرضت الصلوٰۃ رکعتین ثم هاجر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ففرضت اربعا وترکت صلوٰۃ السفر علی الاولیٰ" مکہ میں دو دو رکعتیں فرض تھیں جب آپ نے ہجرت فرمائی تو چار فرض ہو گئیں اور سفر کی نماز اپنی حالت پر چھوڑ دی گئی۔(۱)

ہجرت کے بعد نمازوں میں جب دو رکعتوں کی بجائے چار رکعتیں ہو گئیں تو مغرب میں تین رکعتیں کیوں ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کا جواب دیتی ہیں" الا مغرب فانها وتر النهار "مغرب کی رکعتوں میں اضافہ نہ ہوا کیوں کہ وہ دن کی نماز وتر ہے۔ یعنی جس طرح رات کی نمازوں میں تین رکعتیں وتر کی ہیں اسی طرح یہ دن کی نمازوں میں وتر کی تین رکعتیں ہیں۔(۲)

جب فتح عجم کے بعد جدید شرابوں کا رواج عرب میں ہوا تو لوگوں کو انکی حلت وحرمت کی نسبت دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ کیونکہ عرب میں خمر صرف انگوری شراب کو کہتے ہیں، اور اب بہت سی جدید شرابیں آگئی تھیں۔ چنانچہ حضرت

(۱) صحیح بخاری باب الغیرۃ - (۲) مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۲۴۱-

عائشہ صدیقہ نے فرمایا "شراب کے برتنوں میں چھوہارے تک نہ بھگوئے جائیں" پھر عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا "اگر تمہارے منکے کے پانی سے نشہ پیدا ہونے لگے تو وہ بھی حرام ہے، کیونکہ رسول اللہ نے عام طور سے ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دیا ہے" (۱)

علم الفرائض و مسائل مراتب پر اتنا عبور تھا کہ خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہا آپ سے اس قسم کے مسائل میں اعانت چاہی اور آپ نے فی الفور ان کو طے فرمادیا۔ بہت سے معاملات ایسے پیش آئے کہ سب خاموش ہو گئے اور اس کے علاوہ چارۂ کار نہ رہا کہ ام المؤمنین کی طرف رجوع کریں۔

چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال کے بعد ایک موقع پر سماع موتیٰ کے سلسلے میں زبردست اختلاف واقع ہو گیا، اور وہ اس لئے کہ جنگ بدر، جس میں بہت سے کافر قتل کر دیئے گئے تھے، تو ان کی لاشیں ایک کوئیں میں ڈال دی گئیں، یہ اسلام کے جانی دشمن تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے بہت ایذائیں پائی تھیں۔ جب آپ واپس تشریف لے جانے لگے تو وہ کنواں راستہ میں پڑا، آپ نے ان کا نام لے کر فرمایا "هل وجدتم كما وعد ربكم حقا" بہت سے لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے انہوں نے یہ دیکھ کر عرض کیا، کیا یہ لوگ جو ناپاک مردے ہیں سنتے ہیں، آپ نے فرمایا تم سے زیادہ۔ رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود تھا۔ چنانچہ دو مختلف گروہ دو مختلف نتیجہ کو پہنچے۔ ایک کا خیال یہ تھا کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صراحۃً ارشاد فرمادیا کہ زندوں سے زیادہ مردے سنتے ہیں، تو اب اس میں تاویل کی گنجائش نہیں۔ دوسرے کا خیال تھا کہ مردے ہرگز سننے کی طاقت نہیں رکھتے۔ چونکہ رسول اللہ آواز

---

(۱) سنن نسائی باب الخمر و صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱٦٧-

دے رہے تھے۔ اس لئے ان کی بات وہ سن سکتے تھے۔ ان دونوں گروہوں کے سردار ادھر عبداللہ بن عمر اور اُدھر ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ دونوں نظریے چند ہی روز میں اچھی طرح پھیل گئے اور رفتہ رفتہ دونوں فریقوں کو ترقی ہوتی گئی۔ ہوتے ہوتے یہ خبر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک بھی پہونچی تو آپ نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر پر اللہ رحم کرے اس نے کلام اللہ کی ہدایت نہیں دیکھی "اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی "اس کی نظر سے یہ الفاظ نہیں گذرے "وَمَا اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ "۔ ابن عمر نے جو حدیث روایت کی ہے اس کی واقعیت سے انکار نہیں، لیکن اس کا مقصد کچھ اور ہے، اس واقعہ سے رسول اللہ کی غرض دوسروں کو عبرت دلانی تھی۔ یہ حضرت عائشہ کا اجتہاد تھا، اور ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ آپ کفار کو قبولیت کا سننا نہیں سنا سکتے، نہ کہ مطلق سماع موتی کا انکار مقصود ہے۔

محدثین عام طور پر کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ زندہ نہ رہتیں تو شاید حدیث کا نصف حصہ برباد ہو جاتا۔ ان کا رعب اس قدر تھا کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابی ان کے سامنے بات کرنے سے ڈرتے۔ نسوانی کا زندگی کا کوئی مسئلہ مشکل سے ایسا ہوگا جس کی اصلاح انھوں نے نہ کی ہو یا ان کی رائے اس میں شامل نہ ہو انتہا یہ ہے کہ جب عبداللہ بن زبیر نے یہ فتویٰ دیا کہ عورتیں سر کھول کر نہائیں تو آپ نے فرمایا عبداللہ یہ کیوں نہیں حکم دے دیتا کہ عورتیں سر ہی منڈوا ڈالیں۔(۱)

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کس دل و دماغ کی خاتون تھیں، اور آپ کی نگاہ نکتہ رس معاملات کی حقیقت تک کیونکر پہونچ جاتی تھیں، عام طور سے دیکھا جاتا ہے (اور یہی فطرت انسانی کا اقتضاء ہے) کہ جو لوگ فلسفیانہ دماغ رکھتے ہیں، وہ

---

(۱) مستدرک للحاکم جلد ۶ صفحہ ۴۳۔

مذہبی احکام کی طرف سے ذرا بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ ہر بات کو عقل کی روشنی میں دیکھنے کی وجہ سے وہ بہت سی باتوں کی تاویل کر لیتے ہیں، اور آخر کار تقویٰ کی حد تک نہیں پہونچ پاتے، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان تمام اوصاف حمیدہ کے باوجود تقویٰ وطہارت، اور زہد وورع کا نہایت لحاظ رکھتی تھیں۔

خطابت: اسلام کے ابتدائی قرنوں میں جب مسلمانوں میں عربیت کی روح زندہ تھی تو ان میں بڑی بڑی پر زور مقررہ اور خطیبہ گزری ہیں۔ خطابت کے لحاظ سے سیدہ عائشہ صدیقہ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی مرتضی کے سوا تمام صحابہ میں ممتاز تھیں۔ ایک مقرر کے لئے حسن گفتار اور فصاحت لسانی کے ساتھ آواز میں بلندی اور لہجہ میں رفعت وجلالت ہونی ضروری ہے۔ حضرت عائشہ کی آواز اسی نوع سے متعلق تھی۔ طبری میں ہے " فتكلمت عائشة و كانت جهورية يعلو صوتها كثيرة كانه صوت امرة جليلة" پھر عائشہ نے تقریر کی وہ بلند آواز تھیں ان کی آواز اکثر لوگوں پر غالب آجاتی تھی۔ گویا کہ وہ ایک صاحب جلال خاتون کی آواز تھی۔(۱)

شاعرانہ مذاق بھی بہت عمدہ تھا۔ چونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سارے قریش میں علم الانساب اور شعر میں ماہر تھے۔(۲) قریش کے شاعروں کے جواب میں اسلام کے زبان آور شاعر چوٹی کے جو اشعار کہتے تھے کفار کو یقین نہیں آتا تھا کہ وہ حضرت صدیق کی اصلاح ومشورہ کے بغیر لکھے گئے ہیں۔ حضرت عائشہ نے اسی باپ کی آغوش میں تربیت پائی تھی اس لئے انساب کی واقفیت اور شاعری کا ذوق ان کا خاندانی ورثہ تھا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے قادر الکلام شاعر بھی ان کی خدمت میں اشعار سنانے کیلئے آتے تھے۔ آپنے محبوب آقا و مولا صلی اللہ

---

(۱) تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۳۱۹۔ (۲) مستدرک للحاکم ذکر عائشہ رضی اللہ عنہا۔

تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں مدح و نعت کے چند اشعار کہے ہیں۔ جنھیں سننے کے بعد انسان کیف و وجد میں آئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سرکار کی محبت میں ڈوب کر فرماتی ہیں ؎

لنا شمس و للآفاق شمس — فشمسی خیر من شمس السماء

فشمس الناس تطلع بعد فجر — وشمسی تطلع بعد العشاء

یعنی ایک میرا سورج ہے اور ایک آسمان کا سورج ہے، مگر میرا سورج آسمان والے سورج سے بدرجہا بہتر ہے، کیونکہ لوگوں کا آفتاب تو فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے لیکن میرا آفتاب عشاء کے بعد ظہور پذیر ہوتا ہے۔(۱)

ایک مرتبہ کچھ خواتین نے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن و جمال کی بابت سوال کیا جس کا جواب آپ نے شعر کے قالب میں مرحمت فرمایا ؎

فلو سمعوا فی مصر اوصاف خدہ — لما بذلوا فی سوم یوسف من نقد

لو احی زلیخا لو رأین جبینہ — لآثرن بالقطع القلوب علی الأیدی

یعنی اگر آپ کے رخسار مبارک کے اوصاف اہل مصر سن پاتے تو جناب یوسف کی خریداری میں سیم و زر نہ بہاتے، اگر زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں آپ کی جبین انور دیکھ پاتیں تو ہاتھوں کی بجائے اپنے دل کاٹنے کو ترجیح دیتیں۔(۲)

حضرت عروہ بن زبیر اپنے باپ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ اکثر حضرت عائشہ صدیقہ ساٹھ ساٹھ، سو سو اشعار کے قصیدے سنایا کرتی تھیں۔

جرأت: رحلت رسول کے وقت حضرت عائشہ کا سن قریبا اٹھارہ سال تھا۔ اس لئے انھوں نے خلافت کے چاروں دور دیکھے۔ اور چوں کہ بے مثل مدبرہ اور بے نظیر دانش مندہ تھیں غیر معمولی غیور طبیعت لائی تھیں اس لئے پیچیدہ سے پیچیدہ

(۱) مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۸۱۱- (۲) شرح مواھب للزرقانی جلد ۳ صفحہ ۲۳۴-

مراحل کی تسہیل میں آپ کی رائے لی جاتی تھی چنانچہ سیاسی معاملات میں بھی آپ کی رائے ہمیشہ صائب رہی ہے۔ لیکن

ہر بزم میں تحسین کے قابل ہونا　　شیریں سخنی میں شہیر فائق ہونا
ممکن نہیں جبتک کہ رہے دل میں نفاق　　آساں نہیں محبوب خلائق ہونا

بایں ہمہ لوگوں نے ان کی بہت مخالفت بھی کی مگر اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ حضرت عائشہ سیدۃ النساء، اور ان کی اولاد سے رنجیدہ وکبیدہ خاطر رہتیں تھیں صریح غلطی ہے۔ شادی کے بعد سیدہ عائشہ جب کاشانہ نبوی میں داخل ہوئیں اور نئے گھر کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ دو جوان لڑکیاں موجود ہیں جن کی شادی ہو جانی چاہیے۔ مگر گھریلو حالات مالی طور پر سازگار نہیں تھے۔ دوسرے قریش کے بیشتر گھرانے مکے میں رہ گئے تھے جو ابھی تک داخل اسلام نہیں ہوئے تھے، اور مدنی ماحول ابھی نیا تھا یہی سب وجوہات بیٹیوں کی شادیوں میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ ایک دن سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرماتھے کہ سیدہ عائشہ نے بچیوں کی شادی کا ذکر چھیڑ دیا اور عرض کیا یارسول اللہ! بچیاں اب اس لائق ہیں کہ ان کی شادی رچادی جائے، ایک تجویز ہے۔ کیا؟ کیوں نہ سیدہ فاطمہ کی شادی حضرت علی سے کردی جائے آپ نے فرمایا بہت اچھا ہے۔ چنانچہ دو ہجری کے وسط میں انھیں حضرت علی کے ساتھ سلک ازدواج میں منسلک کردیا گیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں "میں نے فاطمہ کے بیاہ سے اچھا بیاہ نہیں دیکھا" (۱)

دوسرے جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ میں آئے تو ایک جلسہ کا بڑے کروفر سے اہتمام کیا اور حضرت امام حسین سے اپنی بیعت کا مطالبہ کیا آپ انکاری ہوئے تو شامی سپاہی جو امیر کے ساتھ تھے بگڑ گئے اور انکار بیعت سنتے ہی

(۱) ابن ماجه باب الوليمة -

تلواریں میان سے باہر نکال لیں۔ امیر معاویہ نے ان لوگوں کو منع کیا۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کی خبر پہونچی تو مارے غصہ کے کانپنے لگیں۔ اسی وقت مسجد نبوی میں تشریف لائیں امیر معاویہ کو بلایا اور کہا یہ تلوار میرے ہاتھ میں ہے سنا ہے تو نبی معصوم و برحق کے نواسہ کے ساتھ گستاخانہ پیش آیا ہے تجھے نہیں معلوم کہ میں ابھی زندہ ہوں اور تیری تمام آیات واحادیث چشم زدن میں زیر خاک کردوں گی۔

اہل بیت سے جو تعلق بی بی عائشہ کو رہا ہے یہ اس کی ادنیٰ مثال ہے جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ ان سے خلش رکھتی تھیں یقیناً فاش غلطی پر ہیں۔

حمیت: حمیت کی یہ کیفیت تھی کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ جمل میں ام المؤمنین کے بھائی کو آپکے پاس بھیجا کہ جاکر اپنی بہن کو سمجھائیں۔ وہ آئے اور آکر کجاوہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا، ان کا ہاتھ رکھنا تھا کہ آپ نے باواز بلند کہا (چونکہ پردہ میں تھیں پہچان نہ سکیں) یہ کون ہے جو یہاں تک ہاتھ لے آیا، آج تک سوائے خدا کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی اور کا ہاتھ میری طرف نہیں بڑھا۔ ہاتھ ہٹالے نہیں تو تلوار سے اڑائے دیتی ہوں۔

درایت: غزوہ خندق جسے احزاب بھی کہتے ہیں، پانچ ہجری میں برپا ہوا۔ چاروں طرف سے قریش و یہود مدینہ پر ٹوٹ پڑے تھے، اس جنگ کیلئے قریش کو اکسانے میں ابن اخطب اور دوسرے یہودان مردود کا ہاتھ تھا۔ وہ اپنی جلاوطنی کا حساب چکانا چاہتے تھے، اس موقع پر مدینہ کے اردگرد خندق کھودی گئی، اس نازک مرحلہ پر عورتوں اور بچوں کو حفاظت کی غرض سے ایک قلعہ میں جمع کردیا گیا تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بروایت مسند احمد قلعہ سے آکر برابر محاذ جنگ کو دیکھا کرتی تھیں۔ ایک دن کفار نابنجار نے رسول اکرم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیمے کے قریب جنگ شروع کر رکھی تھی، سیدہ عائشہ صدیقہ ان دنوں حضرت سعد بن معاذ کی ماں کے ساتھ مدینہ کے ایک قلعہ میں تھیں، کہ اتنے میں حضرت معاذ تنگ اور چھوٹی سی زرہ پہنے ہوئے گزرے تو ان کی والدہ نے کہا بیٹا جلدی جاؤ اور رسول اللہ کے حضور پہنچو، حضرت عائشہ نے کہا،، اے ام سعد اگر سعد بن معاذ اس سے بڑی زرہ پہنتے تو بہتر ہوتا، مجھے خوف ہے کہ ان کے ہاتھوں میں کوئی تیر نہ لگ جائے۔ اور وہی ہوا کہ جب وہ محاذ جنگ پر پہونچے تو حبان بن عرق کا تیر آکر ان کی کہنی کے جوڑ پر لگا جس سے عرق الحیاۃ کٹ گئی، لیکن انہوں نے دعا مانگی اے اللہ اتنی مہلت دے دے کہ بنی قریظہ کا انجام دیکھ سکوں چنانچہ خون فوراً بند ہو گیا۔

برکت: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بدولت مسلمانوں کو بے شمار آسانیاں اور راحتیں میسر ہوئیں ہیں۔ جن میں آیت تیمم کا نزول سر فہرست ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ حارث بن ابی ضرار جو قبیلہ بنی مصطلق کا سردار تھا، اس نے بعض قبائل کو اپنے پاس مدعو کیا کہ رسول عربی کے خلاف جنگ کیلئے لشکر فراہم کریں، جب اسکی اطلاع محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا "سنا ہے حارث بن ابی ضرار سردار قبیلہ بنی مصطلق جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے، تم جا کر اس امر کی تصدیق کرو، اور اس بات کی اجازت ہے کہ جنگی نقطہ نظر سے جو اقتضاء حسب حال سمجھو اس سے بات کرو" یہ ارشاد عالی سننے کے بعد حضرت بریدہ اس طرف گئے، اور حارث اور اس کے چند ساتھیوں کے ساتھ ملے انہوں نے بٹھایا اور آنے کی وجہ دریافت کی، بریدہ نے کہا، سنا ہے تم لوگ محمد عربی کے خلاف جنگ کا اردہ رکھتے ہو اگر یہ درست ہے تو میں بھی تمہاری مدد کروں اور جنگ میں شریک ہوؤں۔ جب یہ سنا تو حارث اور اس

کے ساتھیوں نے بڑی عزت و تکریم کی اور کہاہاں! یہی ہماراارادہ ہے۔ کہااگر یہ بات ہے تو مجھے اجازت دو کہ میں بھی اپنے رفقااور اعوان کو جمع کر کے لاسکوں اس بہانے سے حضرت بریدہ ان کے پاس سے آئے اور حضور اکرم سپہ سالارا عظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سارا ماجرا عرض کر دیا۔ چنانچہ اسلامی لشکر کو فوجی تیاری کا حکم دیا، اور پھر شعبان کے ابتدائی ایام پانچ ہجری میں سوئے قبیلہ بنی مصطلق چل پڑے۔ اس غزوہ کو غزوۂ مریسیع بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ بنی خزاعہ کے ایک چشمے کا نام ہے۔ جب حارث بن ابی ضرار کو یہ خبر معلوم ہوئی۔ کہ اسلامی لشکران کی طرف بڑھا چلا آرہا ہے تو حواس باختہ ہو گیا، جو لوگ گردو نواح سے جمع ہوئے تھے تتر بتر ہو گئے، اور حارث کے پاس بجز بنی مصطلق کے کوئی نہ رہا۔ اس غزوہ میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساتھ تھیں، کفار نے اپنے لشکر کی صف بندی کی، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت عمر فاروق نے دشمن کو مخاطب کر کے کہا،، اگر تم "لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہدو گے، تو تمہاراخون اور تمام مال و اسباب محفوظ رہے گا، مگر انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ لہٰذا جنگ کا آغاز ہو گیا، مسلمانوں نے پہلے ہی حملے میں مشرکوں کے علمبردار کو قتل کر دیا، جس کے باعث وہ شرمناک ہزیمت سے دوچار ہوئے۔ اسی جنگ میں حارث کی بیٹی جویریہ اسیر ہوئیں جنہیں بعد میں چل کر ام المؤمنین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

اس غزوہ میں جاتے وقت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی بڑی بہن اسماء بنت ابو بکر سے ایک ہار لیکر زیب تن فرمایا لیا تھا، واپسی میں ایک مختصر قیام کے دوران ہار کا دھاگا ٹوٹ گیا اور ہار کہیں گر گیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہاں قیام کو طویل کر دیا، تاکہ گم شدہ ہار مل جائے۔ اس منزل پر پانی نہ تھا اور

مجاہدین کے پاس بھی پانی ختم ہو چکا تھا۔ نماز کا وقت فوت ہونے کے قریب تھا۔ بعض لوگوں نے سیدہ عائشہ کے والد ماجد سے شکایت کی کہ یہ تکلیف ہار کی گم شدگی کی وجہ سے پہونچی ہے۔ یہ سن کر وہ اپنی بیٹی کے پاس آئے، اس وقت سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی آغوش میں سر اقدس رکھے محو استراحت تھے۔ سیدنا ابو بکر نے اپنی بیٹی پر سخت غصے کا اظہار فرمایا اور ہاتھ سے ٹھوکا دیا۔ لیکن سیدہ عائشہ نے جنبش تک نہ کی کہ مبادا محبوب عالی شوہر اور اللہ کے رسول کی چشم مبارک خواب سے بیدار نہ ہو جائے۔ سپیدۂ سحری نمودار ہونے کو آگیا مگر ابھی تک پانی کا کہیں نام ونشان نہ تھا کہ وضو کر کے فریضۂ نماز ادا کیا جا سکے۔ اس وقت اللہ کریم نے آیت تیمم نازل فرمادی اور لشکر اسلام نے صبح کی نماز تیمّم کر کے پڑھی۔(۱) اس قسم کے بے شمار کمالات سیدہ عائشہ کی زندگی میں ملتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "اے اولاد ابو بکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے" اس کے بعد جب اونٹ اٹھایا گیا تو ہار اس کے نیچے برآمد ہوا گویا اس میں یہی حکمت الٰہیہ تھی کہ شریعت کے احکام میں مسلمانوں کے لئے آسانی اور سہولت مہیا کی جائے۔ حضرت اسید بن حضیر نے انھیں احسانات کے پیش نظر ام المؤمنین کو مخاطب کر کے عرض کیا تھا "جزاك الله خيرا فوالله مانزل بك امر قط الاجعل الله لك منه مخرجا وجعل للمسلمين فيه بركة" اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو بہترین جزا دے، جب بھی آپ کے کسی کام میں رکاوٹ پڑی اللہ نے خود کشود کار فرمائی، اور وہ مسلمانوں کے لئے باعث رحمت ثابت ہوئی۔(۲)

تہمت: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی میں جو واقعات زیادہ اہم ہیں، ان کے چار عنوان ہو سکتے ہیں۔ افک، ایلاء، تحریم، تخیر،

(۱) صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۱۸ - ۵۳۳ - (۲) صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۲ -

لیکن واقعہ افک ان میں سب سے زیادہ شہرت کا حامل ہے۔ یہ واقعہ غزوہ مریسیع کے سفر میں پیش آیا جس کی قدرے وضاحت سطور بالا میں مذکور ہوئی۔ تفصیل یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب باہر تشریف لے جاتے، تو قرعہ ڈالتے جس بیوی کا نام نکلتا تھا اسی کو ہمرکابی کا شرف بخشتے تھے، چنانچہ اس غزوہ میں قرعہ حضرت عائشہ کے نام نکلا۔(۱) چلتے وقت انھوں نے اپنی بہن اسماء سے ایک ہار عاریۃً لے لیا تھا، وہی پہنے ہوئی تھیں۔ اس وقت انکی عمر چودہ سال تھی راہ میں ایک جگہ رات کو قافلہ نے قیام کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی طبعی ضرورت کیلئے پڑاؤ سے کچھ دور نکل گئیں۔ فارغ ہو کر واپس آئیں تو گلے پر ہاتھ پڑ گیا دیکھا تو ہار وہاں نہ تھا۔ ایک تو کمسنی میں یونہی زیور کا بہت شوق ہوتا ہے، دوسرے مانگے کی چیز تھی۔ اس لئے بہت گھبرائیں، ناتجربہ کاری سے خیال کیا کہ قافلہ کی روانگی سے پہلے وہ ہار ڈھونڈ کر پہونچ جائیں گی۔ ادھر قافلہ تیار تھا، یہ بغیر کسی کو اطلاع کئے ہار کی تلاش میں مصروف ہو گئیں ہار تو مل گیا مگر اس عرصہ میں قافلہ روانہ ہو گیا، چونکہ آیت حجاب نازل ہو چکی تھی، اس لئے ان کے واسطے ایک ہودج بنادیا گیا تھا، جو ہر طرف سے کپڑوں سے مستور تھا۔ ابو مہیب حمال نے (چونکہ آپ دبلی پتلی تھیں) یہ سمجھ کر کہ ہودج میں آپ موجود ہیں، اسے اٹھا کر اونٹ پر کس دیا اور چل پڑا۔ وہ یہ تمیز نہ کر سکا کہ ہودج خالی ہے یا سواری موجود۔ کیونکہ اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں، اور غذا مرغن نہیں ہوتی تھی۔(۲) جب آپ واپس تشریف لائیں تو لشکر جا چکا تھا، صحرا میں تنہا سفر کرنے میں کوئی مصلحت نہ سمجھی، یہ سوچ کر کہ جب لشکری مجھ کو ہودج میں نہ پائینگے تو واپس ضرور آئینگے۔ مجبوراً چادر سے اپنا جسم مبارک لپیٹ کر وہیں دراز ہو گیں،

(۱) صحیح بخاری باب حمل الرجل بعض امرأۃ جلد ۱ صفحہ ۲۰۴۔ (۲) تاریخ ابن ھشام۔

حضرت صفوان بن معطل بڑے بلند کردار اور امانتدار صحابی رسول تھے، وہ ساقہ قافلہ کے فرائض منصبی سرانجام دے رہے تھے۔ قافلہ کی گری پڑی اشیاء کو سنبھالنا اور شرکائے قافلہ کی نگہداشت کرنا ان کے ذمہ تھا، وہ جب پڑاؤ کے مقام پر پہونچے تو ابھی صبح کا اندھیرا تھا۔ انھوں نے کسی کو دور سے سویا ہوا دیکھا تو قریب آئے ام المؤمنین حضرت عائشہ کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے۔ انہیں پہچان لیا کیونکہ نزول حجاب کے پہلے وہ انہیں دیکھ چکے تھے "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھکر خاموش ہو گئے۔ یہاں پر دو روایتیں موجود ہیں ایک یہ کہ وہ خاموش الگ کھڑے ہو گئے(۱) دوسری یہ کہ ان سے سوال کیا اور وجہ دریافت کی لیکن جب آپ نے کوئی جواب نہ دیا تو اپنے اونٹ کو بٹھایا اور عرض کیا اس پر سوار ہو جائیے اور خود دور ہٹ گئے تاکہ حیا دامن گیر نہ ہو اور پھر خود اس دوسرے اونٹ پر سوار ہو گئے، جو لشکر کی گری پڑی اشیا اٹھانے کے واسطے تھا۔

اونٹوں کی رفتار تیز کر دی گئی، تاکہ از جلد لشکر کے قریب پہونچ سکیں۔ ایک روایت میں ہے کہ دوپہر کے وقت اگلی منزل بحر الحرہ میں ام المؤمنین کا اونٹ بھی قافلہ سے جا ملا، دوسری میں ہے کہ قافلہ بڑی تیزی سے سفر کر رہا تھا کہ اس نے مدینہ جا کر ہی دم لیا اور جب حضرت صفوان ام المؤمنین کے ساتھ مدینہ پہونچے تو دن کی روشنی خاصی پھیل چکی تھی۔ مدینہ میں لشکر اسلام کے تھوڑی ہی دیر بعد ام المؤمنین تشریف لے آئی تھیں، بدگمانی کی کوئی وجہ نہ تھی۔ زندگی میں ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن منافقین جو دن رات اسی کوشش اور ایسی باتوں کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے کہ جس طرح بھی ہو سکے سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ولواحقین کو بدنام کریں۔ انہوں نے اپنے خبث باطن اور دنائت و کمینگی کا

(۱) صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۹٤۔

اظہار تو کرنا ہی تھا۔ عبد اللہ بن ابی امیر المنافقین اور اس کے حواریوں کی ابلیسی حس نے بات کا بتنگڑ بنا کر کہرام مچا دیا۔ سادہ سے واقعہ کو بڑی عیاری و چرب زبانی سے برائی کا رنگ دینا شروع کر دیا، اور عصمت نبوی کے دامن تقدس کو دغدار کرنے کیلئے طوفان افترا اٹھا دیا۔ چونکہ اس کی زد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبوب زوجہ اطہر پر پڑتی تھی، اس لئے فتنۂ تہمت بپا کرنے میں ان لوگوں نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، جب آگ پوری طرح بھڑک اٹھی تو منافقین پیچھے ہٹ گئے لیکن معدودے چند مسلمان غلط فہمی میں پڑ کر اس سازش کا شکار ہو گئے۔

اس خبر کے مشہور کرنے والے اور اس الزام کے بانی مبانی چار آدمی تھے۔ تین مرد عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین، حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ، اور ایک عورت حمنہ بنت جحش تھی۔ پہلا شخص یعنی عبد اللہ تو وہ تھا، جو رات دن صرف اس خیال سے زندہ تھا کہ کس طرح مدینہ کا رئیس ہو جائے، اور اہالیان مدینہ اس کے قبضے میں آجائیں۔ وہ اپنے اس مقصد میں ایک خاص حد تک کامیاب بھی ہو چکا تھا، اور اگر رسول اللہ ہجرت کر کے مدینہ تشریف نہ لے آتے، تو شاید وہ سردار بن بھی چکا ہوتا۔ جلوس کی تیاریاں ہو گئیں، تاج بن گیا، کوئی کسر باقی نہ رہی تھی کہ یکایک آمد رسول ہاشمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔ وہ تو ام المؤمنین کیا خود رحمۃ للعالمین پر جو نہ الزام کھڑا کر تا کم تھا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ اپنے الزام سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے اہل کے الزام سے اذیت پہونچے گی۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے قادر الکلام شاعر تھے۔ منافقین نے مہاجر و انصار کی عصبیت کو بھڑکایا صفوان بن معطل کی ہجو پر اکسایا، اور انھوں نے جذبات کی رو میں بہہ کر حضرت صفوان کی تنقیص کر ڈالی۔ حالانکہ حضرت

حسان خود قافلہ کے ساتھ شریک نہ تھے۔ حضرت مسطح بن اثاثہ قافلہ کے ہم کاب تھے لیکن وہ عبداللہ بن ابی کی عیاری کا شکار ہو کر اتہام کی تشہیر کا سبب بنے۔

حمنہ کی کیفیت یہ تھی کہ وہ ام المؤمنین سیدہ زینب کی بہن تھیں، اور بی بی زینب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن۔ حمنہ کی فطرتاً یہ خواہش تھی کہ کسی طرح سیدہ عائشہ کی بہ نسبت میری بہن کا مقام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ میں بلند ہو جائے۔ لہٰذا وہ بھی اس جھوٹی افواہ کو پھیلانے کا باعث بنیں۔ حالانکہ یہ خود شریک قافلہ نہ تھیں۔ سیدۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی، عفت و عصمت اور انکی بلند کرداری سب کے نزدیک مسلم تھی۔ جس نے بھی یہ افواہ سنی لرزہ براندام ہو گیا۔ اور بول اٹھا، یہ بہتان عظیم ہے۔ افواہوں کا بازار گرم تھا۔ لیکن کمال کی بات یہ ہے کہ کسی کو یہ جرأت نہ ہو سکی جو براہ راست ام المؤمنین سے اس کا تذکرہ کرے۔ انہیں کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ شہر میں ان کے خلاف کیا سرگوشیاں ہو رہی ہیں۔ ہاں البتہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کی تفکرانہ طبیعت اور الزام تراشی سے چہرے پر کبیدہ خاطری کے آثار نے حضرت عائشہ کو چوکنا کر دیا، انھوں نے کھوج لگانا شروع کر دیا کہ آخر معاملہ کیا ہے، پھر جب تہمتِ بے جا کا علم ہوا تو آپ کو اس کا اتنا ملال ہوا کہ صاحب فراش ہو گئیں، تیمارداری کیلئے ان کی والدہ ام رومان ہمہ وقت ان کے پاس رہتی تھیں، کبھی کبھی رسول اللہ مزاج پرسی کیلئے تشریف لاتے تو صرف اس قدر پوچھتے ''کیف تیکم'' طبیعت کا کیا حال ہے۔ اپنے آقا و مولا کی پریشاں خاطری دیکھ کر مرض کی شدت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ خود فرماتی ہیں بیماری کے دنوں میں جو شفقت والتفات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ مجھ پر فرماتے تھے، اپنی تکدر طبعی کی وجہ سے اس میں کمی محسوس ہوئی جو ایک فطری امر تھا، حالانکہ

حقیقت حال سے میں اب تک نا آشنا تھی۔ ایسی حالت میں میں نے عرض کیا اجازت ہو تو میں اپنے میکے چلی جاؤں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ اور حضرت عائشہ اپنے والدین کے گھر آگئیں، اس اجازت سے ام المؤمنین کے دل پر حضور کی کم التفاتی کا نقش اور بھی گہرا ہو گیا۔ جسے انھوں نے اپنی کمزوری پر محمول کیا حالانکہ یہ سارے نازک حالات محض تہمت بے جا کے سبب تھے۔ جیساکہ عام طور سے گھروں میں ہوتا ہے کہ شوہر کسی خارجی شکایت یا نوبت ناکی کے سبب دکھی ہوتا ہے اور اس حالت میں گھر والوں سے بھی ذرا بے رخی کا انداز اپنا لیتا ہے، جب کہ گھر والوں کا اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا۔ یہی معاملہ یہاں تھا اس کو آج کے بعض منافق صفت، گستاخ طبیعت افراد اس بات پر محمول کرتے ہیں کہ گویا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ کی طرف سے بدگمانی تھی، **معاذ اللہ رب العالمین۔**

انتیس روز کی بیماری نے انہیں بے حد لاغر و نحیف کر دیا تھا۔ ایک رات آپ مسطح کی ماں کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے مدینہ سے باہر گئیں، کیونکہ اس وقت تک گھروں میں بیت الخلاء بنانے کا رواج نہ تھا، اور عرب کے دستور کے مطابق لوگ قضائے حاجت کے لئے جنگلوں ہی کا رخ کرتے تھے۔ ام مسطح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ زاد بہن تھیں، جب وہ دونوں فارغ ہو کر واپس آ رہی تھیں، تو ام مسطح کا پاؤں چادر میں الجھا اور وہ گر پڑیں۔ ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا" تعس مسطع" کہ مسطح ہلاک ہو۔ یہ ان کا بیٹا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا تم ایک بدری صحابی کے لئے ایسے الفاظ استعمال کر رہی ہو۔ یہ بہت بری بات ہے۔ انھوں نے کہا کیا تم نے نہیں سنا اس نے جو طوفان برپا کر رکھا ہے۔ میرے استفسار پر انھوں نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ سنا تو روح بلبلا اٹھی، دل ڈوبنے لگا، ساون بھادوں کی طرح

آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، اور آواز دھندلا گئی۔ بستر سے اٹھیں، اور اپنی ماں کی آغوش سے لپٹ کر سسکیاں بھرنے لگیں۔ ذرا ہوش آیا تو ماں سے شکایت آمیز لہجے میں کہا،، امی جان! "لم ذا یتحدث الناس به" یہ لوگ کیا باتیں بنارہے ہیں۔ آپنے سب کچھ سنا ہوگا۔ لیکن کیا بات ہے کہ آپ نے مجھ پر یہ راز آشکار نہ ہونے دیا۔ والدہ نے کہا۔ بٹی زیادہ غمگین ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی عورت اپنے شوہر کی پیاری ہو، پاکیزہ صورت ہو، اور اسکی سوکنیں اس سے جلن نہ رکھیں، ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ اس جواب سے ام المومنین مطمئن نہ ہوئیں۔ جب انہیں خیال آتا کہ ان کے محبوب شوہر کے دل میں ان کی بابت میل آگیا ہے۔ تو اس سے زیادہ اور کیا بات سوہان روح ہوسکتی تھی، طرح طرح کے خیالات دل و دماغ میں آکر گردش کرنے لگتے تھے۔ "مجھے قسمیں کھا کر اپنی بے گناہی کا ثبوت دینا چاہئے" پھر خیال آیا حضور اکرم اللہ بزرگ و برتر کے حبیب و محبوب ہیں، میرے خلاف لوگوں نے بہتان تراشی کی ہے، جب میں صفوان کے ساتھ قافلہ سے جدا ہونے کے بعد آئی تھی، اور پھر یک لخت انکے ہاتھ بارگاہ ایزدی میں اٹھ گئے،، بار الٰہ، میری امداد کر اور کوئی ایسی صورت پیدا فرما کہ تیرے محبوب پر میری بے گناہی کی حقیقت آشکارا ہو جائے، اور ان کی پھری ہوئی نگاہیں پھر میری طرف مائل ہو جائیں۔

عفت: اسلامی قانون شہادت موقع کے گواہوں کا مقتضی تھا۔ حضرت حسان بن ثابت، حضرت مسطح بن اثاثہ، حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے مزعومہ قول کے حق میں کوئی دلیل اور کوئی ثبوت پیش نہ کرسکے۔ اس واقعہ کے متعلق جو روایت حضرت عائشہ سے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں تشریف لے جاکر ارشاد فرمایا" یامعشر المسلمین من

يعذرني من رجل قد بلغني اذاه في اهلي فو الله ماعلمت علىٰ اهلي الا خيراوما علمت علىٰ اهلي من سوء" اے گروہ مسلماناں! اس شخص کے بارے میں مجھے کون معذور رکھتاہے جس کی اذیت رسانی میرے اہل خانہ کے بارے میں مجھ تک پہونچی ہے بخدامیں اپنی اہل کے متعلق بھلائی کا یقین رکھتاہوں۔ سعد بن معاذ انصاری یہ سن کر کھڑے ہوگئے، اور کہامیں عذرداری کروں گا خواہ وہ شخص قبیلہ اوس ہی میں سے کیوں نہ ہو (یعنی میری قوم کا) یا بنی خزرج میں سے ہو۔ "ضربنا عنقه" ہم اس کی گردن مار دیں گے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ سعد بن معاذ کی گفتگو سن کر سعد بن عبادہ اٹھے جو خزرج کے سردار اور بڑے صالح آدمی تھے لیکن ان کی قبائلی عصبیت بیدار ہو گئی اور کہا۔ ہرگز تو قتل نہیں کر سکتا کیونکہ تمہیں علم ہے کہ وہ شخص خزرجی ہے اس واسطے تو ایسی باتیں کر رہاہے اگر وہ اوس قبیلہ کا فرد ہوتا تو شاید تم ایسا نہ کہتے۔ اسعد بن جعفر نے کہا یقیناً ہم قتل کریں گے۔ کیوں کہ ان کے ذریعہ رسول اللہ کو تکلیف پہونچی ہے۔ غرض کہ تلخ کلامی یہاں تک بڑھی کہ قریب تھا دونوں قبیلوں میں جنگ چھڑ جائے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے حکیمانہ طرز عمل سے دونوں قبیلوں کا جوش ٹھنڈا کیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر ابو بکر کے کاشانہ پر تشریف لے آئے صحابہ کرام کو بلا کر مشورہ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے یقین کامل ہے کہ یہ منافقوں کا حاشیہ ہے اور ام المؤمنین اس الزام سے بالکل پاک ہیں۔ وہ مکھی جو نجاست پر بیٹھتی ہے آپ کے جسم اطہر پر نہیں بیٹھ سکتی۔ کیوں کہ وہ نجاستوں پر گرتی اور ان سے آلودہ رہتی ہے۔ جب اللہ رب العزت نے اتنی آلائش سے آپ کو محفوظ رکھاہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کی کوئی بیوی اس فحش حرکت سے ملوث ہو۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

حضرت عمر کے اس جواب کو بہت پسند فرمایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منافقین جھوٹ بکتے ہیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پاک ہیں۔ جب آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا کہ مبادا کہ کہیں زمین نجس پر نہ پڑ جائے اور کسی کی روندھن میں نہ آجائے۔ تو جب اللہ تعالیٰ یہ برداشت نہیں کرتا کہ آپ کے سائے پر کسی کا پاؤں پڑے تو اس کی غیرت یہ کب گوارا کر سکتی ہے کہ کوئی شخص حضور کی ردائے عصمت کو آلودہ کرے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم ایک دن حضور کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو حضور نے نماز پڑھتے ہوئے اپنے نعلین مبارک اتار دیئے۔ تقلید رسول میں ہم نے بھی جوتیاں اتار دیں۔ جب حضور نماز پڑھ چکے تو پوچھا کہ تم نے جوتے کیوں اتارے ہم نے عرض کی حضور کی اتباع میں۔ تو آپ نے فرمایا تھا، مجھے تو جبرئیل نے جوتے اتارنے کا حکم دیا تھا کیونکہ وہ پاک نہیں تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس نجاست سے آپ کو مطلع کیا جو آپ کے نعلین مبارک پر تھی اور اتارنے کا حکم دیا تو یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ آپ کو ایسی بیوی سے دور نہ رکھے، جو اس گناہ سے ملوث ہے۔

یہ حضرات جو اپنی ایمانی قوت، دینی حمیت، اور ذات مصطفوی سے اپنی قلبی محبت کے لحاظ سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ ان کی متفقہ رائے یہ تھی تو کسی دوسرے کو انگشت نمائی کی جرأت کیونکر ہو سکتی ہے۔ ان کے مقابلے میں خانگی معاملات کے بارے میں حضور کی ازواج مطہرات ایک دوسرے کے حالات سے زیادہ واقف تھیں۔ چنانچہ حضور نے زینب بنت جحش سے دریافت کیا۔ اے زینب عائشہ کی بابت تیری کیا رائے ہے؟ انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! "احمی سمعی وبصری واللہ ماعلمت علیہا الا خیرا" میں اپنے کانوں اور آنکھوں کی

حفاظت کرتی ہوں (یعنی وہی کہتی ہوں جو میرے کانوں نے سنا اور میری آنکھوں نے دیکھا) خدا کی قسم میں تو عائشہ کے بارے میں خیر ہی خیر جانتی ہوں۔

یہ بات کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اس بہتان تراشی سے عرش الٰہی پر بھی لرزہ طاری ہو رہا تھا۔ صحابہ کرام اپنی نجی محفلوں میں اس پر تبصرہ تذکرہ کرتے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے "پھر ایک روز ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اہلیہ ام ایوب سے کہا کہ تم دیکھ رہی ہو جو کہا جا رہا ہے۔ تو اس زیرک بیوی نے جواب دیا۔"لو کنت بدل صفوان و کنت تظن بحرم رسول اللہ ﷺ سوء ا"۔اے ابو ایوب: اگر صفوان کی جگہ آپ ہوتے تو کیا حرم رسول کے ساتھ اس برائی کا ارادہ کرتے "انھوں نے کہا "حاشا و کلا" ہرگز نہیں۔ پھر ام ایوب نے کہا "ولو کنت انا بدل عائشۃ ما خنت رسول اللہ ﷺ" اگر عائشہ کی جگہ میں ہوتی تو میں ہرگز اللہ کے رسول کے ساتھ خیانت کی جسارت نہیں کرتی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقام تو مجھ سے بہت اونچا ہے۔ اور صفوان کا مرتبہ آپ سے بہت اونچا ہے ان کے بارے میں یہ خیال کیسے کیا جا سکتا ہے۔

اس تفصیل سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کی اکثریت اس بہتان کو سراسر کذب و افتراء سمجھتی تھی اور ان کے ذہن میں ایسا کچھ خیال کبھی آ ہی نہیں سکتا تھا۔ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کہا" لم یضیق اللہ علیک والنساء سواھا کثیرہ"(۱) اگر آپ انہیں چھوڑنا چاہتے ہیں، تو آسان ہے مگر انصاف یہ ہے اس کی اچھی طرح تفتیش کر لی جائے۔ اگر یہ بات درست ہے تو بریرہ (کنیز عائشہ) سے یہ بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ حضرت بریرہ بلائی گئیں۔ اور

(۱) مسند عائشہ لاسحاق بن راھویہ صفحہ ۱۰۷ لاھور۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ انھوں نے حضرت عائشہ کی پاکبازی کی نہاہت شدو مد سے گواہی دیتے ہوئے کہا "سبحان اللہ واللہ ما علمت علیھا الا ما یعلم الصانع علی تبر الذھب الاحمر" خدا کی قسم میں ان کے متعلق اس کے بغیر اور کچھ نہیں جانتی جس طرح ایک زرگر خالص سرخ سونے کے متعلق جانتا ہے۔ بالآخر حضرت عائشہ سے باز پرس کی نوبت آئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے شب و روز گریہ وزاری میں گزرتے۔ لمحہ بھر کے لئے بھی نیند نہ آتی۔ میرے والدین کو یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ اس طرح رونے سے اس کا کلیجہ پھٹ جائیگا۔ ایک دن میں رو رہی تھی۔ میرے والدین بھی میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک انصاریہ عورت ملنے کی لئے آئی وہ بھی بیٹھ کر رونے لگی۔ تا آنکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ سلام فرمایا اور بیٹھ گئے اِس سے پہلے کبھی میرے پاس بیٹھے نہ تھے۔ ایک مہینہ گزر چکا تھا، ابھی تک کوئی وحی نہ اتری تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کلمہ شہادت کے بعد دریافت فرمایا "عائشہ تم اس اتہام کے بارے میں کیا کہتی ہو؟ جب اپنے آقا و مولیٰ کے دہن مبارک سے یہ جملہ سنا تو چینخیں نکل گئیں۔ انصاریہ خاتون بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ سیدہ عائشہ جی کڑا کر کے سرکار دو عالم کی طرف متوجہ ہوئیں، تو آنسو رک گئے۔ آپ نے فرمایا "عائشہ تقویٰ اور خشیت کی راہ اختیار کرو، اگر تو پاکدامن ہے تو اللہ کریم تیری برأت فرمادے گا۔ اور اگر تہمت درست ہے تو اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو، بے شک وہ تواب و رحیم ہے"۔ یہ سنتے ہی ام المؤمنین سناٹے میں آگئیں، آنسو خشک ہو گئے اور اپنے باپ سے کہا جواب دیجئے، انھوں نے کہا میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ماں سے کہا تم کچھ کہو وہ بھی خاموش رہیں، کہ معاملہ کی نوعیت سے ہم بالکل بے خبر ہیں۔

والدین کے اس تاثر سے ام المومنین پر رقت طاری ہو گئی۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر (اگرچہ نو عمر تھیں) عرض کیا یا رسول اللہ بداندیشوں نے جو بہتان باندھا ہے، اسکی اصلیت سے میں بے خبر نہیں۔ اگر میں اپنی صفائی میں کچھ کہوں تو لاحاصل ہے۔ اس لئے کہ پروردگار پر ہر بات روشن ہے، اور اگر میں لوگوں کے سامنے اپنی پاکدامانی کا ثبوت دوں تو وہ میرے بیان کی تصدیق کہاں کریں گے۔ ایسی صورت میں میں وہی کہتی ہوں جو ابو یوسف نے کہا تھا، ،فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلىٰ مَا تَصِفُوْنَ،،۔

براءت: یہ کہہ کر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لیٹ گئیں اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حالت متغیر ہوئی ، اور نزول وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ چہرۂ مبارک چادر سے ڈھانک دیا گیا۔ اور سرہانے تکیہ رکھ دی گئی، تاکہ آپ اس سے ٹیک لگا سکیں۔ سردی کے موسم میں بھی نزول وحی کے وقت پیشانی سے پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے۔ ام المؤمنین کو اس موقع پر اپنی بے گناہی کے سبب قطعاً یہ شبہہ نہ تھا کہ علام الغیوب پروردگار میرے معاملہ میں انصاف نہ فرمائے گا۔ لیکن ان کے والدین کی یہ حالت تھی کہ جیسے ان کی روحیں قبض کی جارہی ہوں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی سے فارغ ہوئے تو پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے پونچھے، اور پہلی بات جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی وہ یہ تھی۔ ''ابشری یا عائشة اما الله عزوجل فقد برئك '' اے عائشہ مبارک ہو اللہ کریم نے تمہاری براَت فرمادی ہے۔ ام رومان خوشی سے اچھل پڑیں اور کہا کہ بیٹی عائشہ کھڑی ہو کر رسول اللہ کا شکریہ ادا کرو۔ بی بی عائشہ

نے کہا میں رسول اللہ کا شکریہ کیوں ادا کروں، اس خدائے وحدہ لاشریک کا کروں گی جس نے میری حمایت کی میں صرف اسی کی مشکور ہوں، اور کسی کی نہیں۔(۱)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔اہل تحقیق فرماتے ہیں کہ جب حضرت سیدنا یوسف علی نبینا علیہ السلام پر تہمت لگائی گئی تو اللہ عزوجل نے ایک بچے کی زبانی آپ کی برأت فرمائی۔ حضرت سیدہ مریم علیہا السلام مطعون ہوئیں تو ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی پاکدامنی کا ثبوت پیش کیا گیا۔ لیکن جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں بد بخت، بد باطن اور خبیث الفطرت منافقین نے ہرزہ سرائی کی جسارت کی تو رب العرش العظیم نے کسی شیر خوار بچے کی وساطت سے آپ کی برأت نہ فرمائی بلکہ محبوبۂ محبوب رب العالمین کی پاکیزگی وطہارت کی شہادت خود آپ دی، اور سورۂ نور نازل فرما کر ہمیشہ کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی پر مہر تصدیق ثبت کردی۔

پروردگار نے سولہ آیتیں آسمان سے اتاریں تاکہ جب تک یہ عالم رنگ وبو آباد رہے اس کے محبوب کی رفیقۂ حیات کی شان رفیع اور درجات عالیہ کا ذکر خیر ہوتا رہے۔وہ لوگ جو شان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو سمجھنے اور پہچاننے سے قاصر ہیں وہ اگر ان آیات کے آئینے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عند اللہ عظمت وشوکت کے عکس جمیل کا مشاہدہ کریں تو انہیں پتہ چل جائے کہ اس بندۂ سراپا نیاز کا مقام اپنے بندہ نواز پروردگار کے نزدیک کتنا ارفع واعلیٰ ہے۔ جس واقعہ کو زبان قدرت جھوٹ کا

(۱) صحیح بخاری باب حدیث الإفك جلد ۲ صفحه ٦٩٤ تا ۷۰۰ ☆ مسند احمد بن حنبل جلد ٦ صفحه ۳٦۷ -

پلندہ کہہ دے اس کی مزید تردید کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ لیکن واقعہ کی سنگینی کے پیش نظر اور مسلمانوں کی تربیت کے لئے اس کو مزید وضاحت سے بیان فرمایا۔ سورۃ النور کی دس آیتیں جن کا تعلق براہ راست واقعہ افک سے ہے وہ آپ کے مطالعے کے لئے مع ترجمہ پیش کی جاتی ہیں۔ آپ ان کا غور سے اور حسن نیت سے مشاہدہ فرمایئے حقیقت کا روئے زیبا خود بخود بے نقاب ہو کر آپ کے دلوں کو موہ موہ لے گا۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ جَاؤُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ ۔ لَا تَحۡسَبُوۡہُ شَرًّا لَّکُمۡ بَلۡ ھُوَخَیۡرٌلَّکُمۡ ۔ لِکُلِّ امۡرِیٍٔ مِّنۡھُمۡ مَّااکۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ۔وَالَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَہٗ مِنۡھُمۡ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ۝ لَوۡلَاۤ اِذۡسَمِعۡتُمُوۡہُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنَاتِ بِاَنۡفُسِھِمۡ خَیۡرًا ۔ وَقَالُوۡا ھٰذَااِفۡکٌ مُّبِیۡنٌ ۝ لَوۡ لَا جَآءُوۡ عَلَیۡہِ بِاَرۡبَعَۃِ شُھَدَآءَ فَاِذۡلَمۡ یَاۡتُوۡابِالشُّھَدَآءِ فَاُولٰٓئِکَ عِنۡدَاللّٰہِ ھُمُ الۡکَاذِبُوۡنَ ۝ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ لَمَسَّکُمۡ فِیۡمَاۤ اَفَضۡتُمۡ فِیۡہِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ۝ اِذۡتَلَقَّوۡنَہٗ بِاَلۡسِنَتِکُمۡ وَتَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاھِکُمۡ مَّا لَیۡسَ لَکُمۡ بِہٖ عِلۡمٌ وَ تَحۡسَبُوۡنَہٗ ھَیِّنًا، وَّھُوَ عِنۡدَاللّٰہِ عَظِیۡمٌ ۔ وَلَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡہُ قُلۡتُمۡ مَّایَکُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَکَلَّمَ بِھٰذَا سُبۡحٰنَکَ ھٰذَا بُھۡتَانٌ عَظِیۡمٌ ۔ یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنۡ تَعُوۡدُوۡا لِمِثۡلِہٖۤ اَبَدًا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۔ وَیُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الۡاٰیَاتِ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَاتَعۡلَمُوۡنَ۔وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَتُہٗ وَاَنَّ اللّٰہَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ۝

(ترجمہ) تو تمہارا پردہ کھول دیتا بیشک وہ کہ یہ بڑا بہتان لائے ہیں، تم ہی میں کی ایک جماعت ہے۔ اسے اپنے لئے برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے، ان میں ہر شخص کے لئے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا، اور ان میں وہ جس نے سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لئے بڑا عذاب ہے۔ کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سنا تھا کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا اور کہتے یہ کھلا بہتان ہے۔ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے تو جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا و آخرت میں نہ ہوتی تو جس چرچہ میں تم پڑھے اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۔ جب تم ایسی بات اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سن کر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ نکالتے تھے، جس کا تمہیں علم نہیں، اور اسے سہل سمجھتے تھے۔ اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے۔ اور کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا کہا ہوتا کہ ہمیں نہیں پہنچتا کہ ایسی بات کہیں الہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب کبھی ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو۔ اور اللہ تمہارے لئے آیتیں صاف بیان فرماتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بڑا چرچہ پھیلے ان کے لئے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ تم پر نہایت مہربان مہر والا ہے۔ (۱)

بنت صدیق آرام جان نبی

اس حریم براءت پہ لاکھوں سلام

یہاں "سبحانک" ذکر کر کے اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کے رسول کی زوجہ محترمہ کا دامن ایسے الزام سے آلودہ ہو۔ گویا نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات پر الزام لگانا نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پر الزام لگانا ہے۔ اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایسا الزام آپ پر نہیں بلکہ رب کریم پر ہے جس نے ایسا نبی بنایا۔ یاد رہے کہ ام المومنین

(۱) قرآن کریم سورہ نور پارہ ۱۸ آیت ۱۰ تا ۲۰ -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاک دامنی کو ثابت کرنے کے لئے زبان قدرت نے وہی اسلوب اختیار فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کی تردید کے وقت اختیار کیا جاتا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تصریح فرماتے ہیں کہ وحی کے نزول سے پہلے بھی سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کی پاک دامنی کا علم تھا کیوں کہ نبی کا ایسے امور سے پاک ہونا جو لوگوں کو اس سے متنفر کردیں ضروریات عقلیہ میں سے ہے، امام موصوف نے اپنے کلام پر ایک شبہہ پیش کیا اور خود ہی اس کا جواب دیا ہے۔ شبہہ یہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو حضور اتنا عرصہ پریشان کیوں رہتے؟ اس کے رد میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پریشان ہونا عدم علم کی دلیل نہیں۔ کفار کی ایسی باتیں جن کا بطلان ازہر من الشمس ہے وہ سن کر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پریشان ہو جایا کرتے تھے۔ "وَلَقَدْ نَعْلَمُ اِنَّکَ یَضِیْقُ صَدْرُکَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ"۔

نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاک دامنی ایک مسلمہ حقیقت تھی جس کے متعلق ادنی شبہہ بھی نہ تھا۔ الزام لگانے والے سارے منافق تھے۔ ان کے پاس اس الزام کو ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل نہ تھی، ان قرائن کے ہوتے ہوئے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ نزول وحی سے پہلے بھی اس الزام کا جھوٹا ہونا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بخوبی معلوم تھا۔ "ولمجموع ھذہ القرائن کان ذالك القول معلوم الفساد قبل نزول الوحی"۔

اس کے علاوہ جو خطبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا تھا، اس کا یہ جملہ سارے شکوک کو دور کرنے کے لئے کافی ہے "یامعشر المسلمین من یعذرنی من رجل قد بلغنی اذاہ فی اھلی فو اللہ ما

علمت علیٰ اھلی الا خیراو ما علمت علیٰ اھلی من سوء" اے گروہ مسلمانان! مجھے اس شخص کے معاملے میں کون معذور رکھتا ہے جس کی اذیت رسانی میرے اہل خانہ کے بارے میں مجھ تک پہونچی ہے، بخدا میں اپنی اہل کے متعلق بھلائی کا یقین رکھتا ہوں۔

بالاتفاق حضور کا یہ خطبہ نزول آیات سے پہلے کا تھا آپ نے اہل بیت کی براءت حلف اٹھاکر بیان فرمائی، اور مفتری سے انتقام لینے کا حکم دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلف اٹھانا اور مفتری سے انتقام لینے کا حکم دینا اسی وقت تصور کیا جاسکتا ہے جب حضور کو حضرت عائشہ کی پاکیزگی اور الزام لگانے والوں کے جھوٹے ہونے کا یقینی علم ہو۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذرا بھی تردد ہوتا تو آپ قطعا حلف نہ اٹھاتے اور نہ مفتری کو سزا دینے کی ترغیب دیتے۔

چنانچہ اس حکم الٰہی کی روشنی میں حضرت مسطح بن اثاثہ، حضرت حسان بن ثابت اور حمنہ بن جحش کو اسی اسی کوڑے لگائے گئے (۱) کیوں کہ ان تینوں نے ام المومنین پر (نادانستہ) بہتان باندھا تھا۔ اور عبداللہ بن ابی کو بعض اقوال کے مطابق حد قذف لگائی گئی لیکن اکثر کا خیال یہ ہے کہ اس سے کوئی تعرض نہ کیا گیا اور اسے خدا کی آتش انتقام میں ہمیشہ جلتے رہنے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

مذکورہ آیتوں کے نزول کے بعد حضرت عائشہ کو حسب سابق عزت واحترام کا مقام حاصل ہو گیا۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں مزید قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ چنانچہ حضرت عائشہ اپنے والدین کے گھر سے کاشانہ نبوت میں تشریف لائیں۔ بد اندیشوں کو یہ وہم وگمان بھی نہ تھا کہ جس قدسی صفات، عفت

(۱) مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۳۵۔

تاب اور پاک دامن وپارسا خاتون کی شان میں بے ادبی کی جسارت کر رہے ہیں اس کی عفت وعصمت پر خود اللہ کریم شہادت دے گا اور ملائکہ و مومنین تا ابد آیات براءت پڑھتے رہیں گے۔

آج کل بھی بعض لوگ اپنے آپ کو زمرۂ علما میں شمار کرتے ہیں اور بڑے صوفیانہ انداز میں اس واقعہ کو عام جلسوں میں بیان کرتے ہیں۔ اپنے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے عجیب وغریب موشگافیاں کرتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو رنجیدہ خاطر کیوں ہوتے۔ اگر معلوم ہوتا تو صاف الفاظ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کا اعلان کیوں نہ فرمادیتے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سن کر دل درد سے بھر جاتا ہے اور کلیجہ شق ہونے لگتا ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ صاحب جو اپنا سارا زور بیان اور قوت استدلال اپنے نبی کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے صرف کر رہے ہیں ان کا اس نبی سے قلبی تعلق نہ سہی رسمی تعلق بھی ہوتا تو وہ ایسا خیال کرنے کی جرات نہ کرتے۔ آپ خود سوچیں کہ اگر ان کی بہو بیٹی (جن کے باعصمت ہونے کا انہیں پکا یقین ہے) پر ایسا الزام لگایا جائے یا خود ان کی اپنی ذات کو ہدف بنایا جائے۔ اگرچہ انہیں اپنی پاک دامنی کا حق الیقین بھی ہو تو کیا ان کا جگر چھلنی نہ ہو جائے گا؟ نزول وحی میں تاخیر کی جو حکمتیں ہیں ان کا آپ کیا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ابتلا میں شدت، اس کی مدت میں طوالت، بایں ہمہ صبر واستقامت کا مظاہرہ ان تمام امور میں جو لطف ہے اس کی قدر و منزلت کچھ اہل محبت ہی جانتے ہیں۔

دشمنان خدا اور سول نے یہ بہتان تراشی محض حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب نازک کو زک پہچانے کے لئے کی تھی۔ اس لئے اپنی صفائی میں خود لب کشائی شان مصطفوی کے شایاں نہ تھی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے رب کریم کے

فضل واحسان پر کامل یقین تھا کہ وہ خود اس تہمت کی تردید فرمائے گا، اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منتظر رہے اور یہ آیات نازل ہوئیں۔ اگر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی صدیقہ کی صفائی کے لئے ایک جملہ بھی ارشاد فرمادیتے تو شکوک و شبہات کی گرد چھٹ جاتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی زبان قدرت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عصمت وپارسائی کی جو زندہ جاوید دلیل پیش فرمائی اس سے محبوبہ محبوب رب العالمین کی جو عزت افزائی ہوئی، وہ انہیں کیسے میسر آتی۔ برأت دونوں صورتوں میں ہو جاتی لیکن دوسری صورت کی شان ہی نرالی ہے۔(۱)

شکایت: اسی مقام پر کسی بے لگام زبان اور خود سر قلم نے یہ بھی کہہ لکھ دیا ہے کہ ہار ڈھونڈنے کے واسطے حضرت عائشہ کو خود جانے کی کیا ضرورت تھی کسی سے کہہ دیتیں ڈھونڈ لاتا، سب تو تعمیل حکم کے خوگر ہی تھے۔ مگر جو لوگ نسوانی طبیعتوں کا مطالعہ کر چکے ہیں، وہ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے موقعوں پر ایک تو نقصان اور پھر چیز بھی وہ جو دوسرے کی ملکیت ہو کس طرح کوئی عورت اتنا ضبط کر سکتی ہے، کہ لوگ ڈھونڈنے جائیں۔ وہ مضطرب و بے قرار اپنی جگہ پر بیٹھی تڑپے۔ اس معاملہ میں سب سے بڑھی ہوئی شہادت کنیز عائشہ بریرہ کی ہے۔ جس کو بعض روایت کے بموجب حضرت علی نے مارا تک بھی کہ سچ سچ کہے۔ یہ وہ عورت ہے، جو اسلام کی سچی عاشقہ کہی جاسکتی ہے۔ اس سے تحقیقات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علی الاعلان پہلے یہ اقرار لے لیا کہ اعتراف کر، میں خدا کا سچا رسول ہوں۔ اس کے بعد واقعہ کی تحقیق شروع کی اور فرمایا "هل رأيت من شيء يريبك من عائشة". کیا تونے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے تجھے عائشہ کے بارے میں کوئی شک ہو؟

---

(۱) ضیاء النبی مسمی به سیرۃ النبی (پیر کرم شاہ) جلد ۳ صفحہ ۶۴۵ تا ۶۵۸ -

کون کہہ سکتا ہے کہ ایک عورت ذات جس کے دل میں اسلام کی بیحد وقعت ہو، رسول کے سامنے قسم کھا کر ایک حرف بھی خلاف واقعہ بیان کر دیتی۔

کلام اللہ سے ہٹ کر ہم عقل کی روشنی میں اس معاملہ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو بھی اسی مثبت نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جو الزام لگایا گیا وہ بالکل ہی لغو اور واقعی الزام سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی تمام زندگی جو در حقیقت زندگی کہی جاسکتی ہے، ایسے خیالات سے بالکل پاک و صاف ہے۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہے اس وقت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ١٨ سال کی تھی اور جس وقت آپ کا انتقال ہوا قریبا ٦٦ سال عمر تھی، گویا ٤٨ برس کے قریب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد زندہ رہیں، اور اس زمانے میں جوانی بڑھاپے سے بدل گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کچھ ہی روز تک باپ بھی زندہ رہے۔ بالآخر انہوں نے بھی رحلت فرمائی۔ بظاہر کوئی ڈر اور خوف نہ تھا۔ مگر اس تمام عمر میں کبھی رتی بھر کوئی ایسی یا اس قسم کی بات کہیں بھی نظر نہ آئی۔ حالانکہ آپکے دشمنوں کی تعداد بھی کچھ کم نہ تھی، انہوں نے اور سب طرح کے بخار نکالے۔ مگر اس خاص معاملہ پر کوئی کچھ نہیں بولتا جس سے صاف ظاہر ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر یہ الزام صریحا بہتان عظیم تھا۔

عزلت : ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ سے متصل ایک بالا خانہ تھا۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رصد گاہ اور تخلیہ و عبادت کے طور پر استعمال فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے انعامات کے قاسم تھے وہ عطا کرتا تھا اور آپ تقسیم فرماتے تھے۔ پیغمبر اسلام

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر اشتہا فرماتے تو پہاڑ سونا بن کر آپ کے ساتھ ساتھ چلتا مگر آپ نے فقر و غربت کو پسند فرمایا۔ جو آتا مستحق افراد میں بانٹ دیا جاتا یہی وجہ تھی کہ گھر میں کئی کئی دن آگ تک نہیں جلتی تھی کہ اس پر کھانا پکایا جاسکے۔ ایلا کی صورت یہ تھی کہ غلہ اور کھجور کی جو مقدار ازواج مطہرات کے لئے مقرر تھی وہ یوں بھی کم تھی اور مہمان نوازیوں کی بدولت اور بھی کفایت نہ کرتی تھی۔ اس لئے ان سب بیویوں نے یہ دیکھ کر کہ فتوحات کے سالانہ محاصل اور اموال غنیمت کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مصارف میں اضافہ کیلئے درخواست کی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور اردگرد تمام ازواج مطہرات بیٹھی ہوئی تھیں۔ ناگہاں حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لے آئے۔ اور ادب سے بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکر یہ خاموشی دیکھ کر سمجھ گئے کہ ضرور بیویوں کے متعلق کوئی بات ہے۔ اور کہا آج میری بیوی نے مجھ سے نفقہ طلب کیا تو میں نے اس کی گردن دبائی۔ یعنی مجبور کیا کہ میں اسی قدر دے سکتا ہوں۔ اس پر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مجھ سے بھی توسیع نفقہ کا تقاضہ کرتی ہیں۔ چونکہ حضرات شیخین نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زاہدانہ زندگی کے معنوی محرم تھے۔ جب دونوں جاں نثاروں نے سنا تو اپنی اپنی بیٹی کی طرف متوجہ ہوئے اور کرخت و سخت انداز میں کہا۔ کیا تم پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ چیز طلب کرتی ہو جو ابھی ان کے پاس موجود نہیں ہے۔ حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا" واللہ ہم آئندہ کبھی ایسا کوئی مطالبہ نہیں کریں گی۔ اور اپنے مطالبہ سے دست بردار ہو گئیں۔(۱) لیکن دوسری ازواج مطہرات

(۱) سید الانبیا مترجم الوفاء للجوزی ص ۶۸۷ ☆ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۷۱۔

ہنوز مصر رہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یہ صورتحال پسندیدہ نہ تھی۔ کیونکہ یہ گھریلو سکون اور خانگی معیشت میں حارج تھی۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے۔ اور پہلوئے مبارک میں ایک درخت کی جڑ سے خراش آگئی۔ایسی صورت میں آپ نے ایک ماہ کیلئے بیویوں سے علیحدگی اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا۔اور بالاخانہ میں عزلت نشینی اختیار فرمالی۔اس بیچ منافقین نے مشہور کردیا کہ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی تو بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ تمام صحابہ کو رنجیدہ و سر بگریباں پایا۔باریابی کی اجازت چاہی۔ تیسری مرتبہ اجازت ہوئی۔ دیکھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک کھری چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں جسم مبارک میں بان کے نشان پڑ گئے ہیں۔ادھر ادھر چند مٹی کے برتن منتشر پڑے ہوئے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عمر آبدیدہ ہوگئے،اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم !کیا آپ نے بیویوں کو طلاق دے دیا ہے؟ نگاہ نبوت اوپر اٹھی، لبہائے مبارک میں جنبش ہوئی فرمایا نہیں!۔ مارے خوشی کے حضرت عمر فاروق پکار اٹھے اللہ اکبر۔ جلدی سے آکر یہ خوشخبری مسلمانوں کو سنائی۔ادھر ازواج مطہرات کا براحال تھا۔ جدائی کے ایام گزرنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔جو اپنے مطالبے پر مصر تھیں وہ بھی بہت پشیمان ہوئیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگرچہ اپنے مطالبے سے دستبردار ہوگئیں تھیں مگر تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فراق کے دن سوہان روح بنے ہوئے تھے۔ایک ایک دن گن گن کر گزار رہی تھیں۔

جب تنہا نشینی کی مدت پوری ہوئی تو سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالا خانہ سے نیچے اتر آئے اور سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے

میں تشریف لے گئے۔ام المؤمنین کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔چہرے سے اداسیوں کے بادل یکدم چھٹ گئے اور مسرتوں کا چاند طلوع ہو گیا۔عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے ایک مہینہ کے لئے عہد فرمایا تھا ابھی تو انتیس ہی روز ہوئے ہیں۔ارشاد فرمایا عائشہ مہینہ کبھی انتیس کا بھی ہوتا ہے۔(۱)

اس کے بعد آپ نے اپنی محبوب ترین زوجہ حضرت عائشہ سے فرمایا"میں ایک بات تم سے کہتا ہوں۔اس کا جواب اپنے والدین سے مشورہ کر کے دینا"حضرت عائشہ نے عرض کیا"یا نبی اللہ"وہ کیا بات ہے۔تو آپ نے سورۂ احزاب کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں۔جو تخلیہ گاہ سے اترنے سے پیشتر نازل ہوئی تھیں۔یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ الخ اے محبوب اپنی بیویوں سے فرمادیں۔اگر تمھیں دنیوی زندگی اور اس کی آرائش مطلوب ہے تو آؤ میں تم کو اچھی طرح رخصت کردوں۔اور اگر خدا واس کا رسول اور آخرت کا گھر پسند ہے، تو تم میں سے نیک عورتوں کے لئے اللہ نے بڑا ثواب رکھا ہے۔(۲)

کلام الٰہی کا یہ خطاب سننے کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک ثانیہ ضائع کئے بغیر عرض کیا۔یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں کس امر میں والدین کا مشورہ طلب کروں۔میں تو اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کرتی ہوں۔(۳) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس احسن جواب وحسن انتخاب سے بہت مسرور ہوئے۔یہی آیات مبارکہ سنا کر دوسری ازواج مطہرات کو اختیار دیا تو انھوں نے بھی فی الفور وہی جواب دیا جو سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مرحمت فرمایا تھا۔اس

(۱) صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۸۱ تا ۷۸۲ ☆ مدارج النبوۃ ج۲ص۵۷۱ - (۲) سورہ احزاب پ ۲۲ آیت ۲۸-(۳) صحیح بخاری ج ۲ ص۷۰۵ ☆طبقات ابن سعدجلد۸ صفحہ ۶۹- ۱۸۰ -

طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکیزگیٔ فکر کو کاشانہ نبوی میں طمانیت بحال کرنے کا ذریعہ بنایا۔(۱)

اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق...... بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

خشیت: آپ ہمہ وقت دعاء میں مصروف رہتیں۔ دل میں خوف وخشیت الٰہی بہت تھی، رقیق القلب بھی بہت تھیں، بہت جلد رونے لگتیں تھیں۔ جوں جوں مغرب کا وقت قریب آتا جاتا، حساب آخرت کا سہم فزوں ہوتا جاتا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جب نسوانی مجبوری سے حج کے فرائض ادا کرنے سے معذوری پیش آگئی تو اپنی محرومی پر بے اختیار رونے لگیں۔ آخر سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تشفی دی تو قرار آیا۔(۲) خشیت الٰہی کے باعث فرماتی تھیں "کاش میں درخت ہوتی لوگ مجھے کاٹ ڈالتے، مٹی ہوتی پاؤں تلے روند دیتے، پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی کہ حساب وکتاب کے جھمیلے سے محفوظ رہتی"(۳) سبحان اللہ دنیا سے کیسی بیزاری و شکستگی اور تواضع وانکسار ہے ان کے والد جو افضل امت ہیں انہوں نے بھی ایسا ہی کہا تھا وہ کیوں نہ کہتیں۔ علما فرماتے ہیں کہ مقربان بارگاہ اگرچہ مامور ومبشر ہوتے ہیں لیکن بارگاہ الٰہی کا خوف ہمیشہ دامنگیر رہتا ہے۔ اس موقع پر ایک شخص نے دریافت کیا کہ انسان کس وقت اپنے تئیں نیک سمجھے؟ فرمایا جب اپنے تئیں برا سمجھنے لگے۔(۴)

رحلت: گردش زمانہ نے بے شمار کروٹیں بدلیں، کئی انقلابات آئے۔ وقت چلتے چلتے ۵۸ھ میں داخل ہوا تو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صاحب فراش ہو گئیں، اس وقت عمر کی ٦٦ ویں بہاریں دیکھ رہی تھیں، مرض نے

---

(۱) صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۸۲ -(۲) صحیح بخاری کتاب الحج جلد ۱ صفحہ۲۲۳-

(۳) صحیح بخاری وطبقات ابن سعد جزء نساء جلد۸ صفحہ ۷٤ ☆ مستدرك للحاكم جلد ٤ صفحہ ۱۰ ☆ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحۃ ۸۱۱ (٤) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۱۲-

شدت پکڑی اور اس جہاں رنگ و بو سے چل چلاؤ کا یقین ہو چلا۔ رحلت سے کچھ پہلے آپ سے دریافت کیا گیا کہ کہاں دفن کیا جائے آیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے پاس یا کہیں اور۔ آپ آبدیدہ ہو گئیں اور فرمایا میں اس قابل نہیں ہوں کہ وہاں جگہ پاؤں۔ مجھ کو عام مسلمانوں کے پاس بقیع میں امہات المؤمنین کے قریب دفن کر دینا۔(۱)

پھر ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ھ بروز سہ شنبہ شب میں اپنے پیچھے ایک عالم کو سوگوار اور افسردہ و حزیں چھوڑ کر اس کارگہ عالم کو وداع کہہ کر خلد آشیاں ہو گئیں "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" یہ امیر معاویہ کی خلافت کا زمانہ تھا آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر وحشت اثر آن واحد میں پورے مدینہ منورہ میں پھیل گئی۔ ہر آنکھ مقدس ماں کی رحلت پر آنسو بہا رہی تھی، جس رات آپ نے وفات پائی مشعلیں روشن کر لی گئیں اور عورتوں کی اس قدر کثرت تھی کہ تہوار کا دھوکا ہوتا تھا۔

حسب وصیت بعد نماز وتر جنت البقیع میں مدفون ہوئیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (جو اس وقت مروان بن حکم کی طرف سے حاکم مدینہ تھے) نماز جنازہ پڑھائی۔ قبر میں حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر، حضرت عبداللہ بن ابو بکر، حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پانچ اصحاب اترے اور پھر ان کے جسم پاک کو سپرد خاک کر دیا۔(۲)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے فراق میں کہا۔ اللہ کریم ان پر رحمت فرمائے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ سب سے زیادہ محبوب تھیں۔(۳)

---

(۱) صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۲ -۱۸۶ ۷ ☆ مواھب اللدنیہ ج ۱ ص ۸۳ ☆ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۷۴ ☆ وفاء الوفا للسمہودی ج ۳ ص ۹۱۳ -(۲) طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۷۷ ☆ مستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵ -(۳) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۱۲ (۴) ابن سعد ج ۸- ص ۷۸-

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رحلت کا غم کس کس نے کیا؟ فرمایا جس جس کی وہ ماں تھیں وہ اندوہ آگیں تھا یعنی تمام مسلمان (اپنی مشفق ماں کی جدائی پر ماتم کناں تھے) (۴)۔

علمی کم مائیگی و بے بضاعتی دامن گیر ہونے کے باعث جہاں تک ہو سکا، ایجاز و اختصار سے کام لیتے ہوئے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات و سوانح حیات سلک بیان میں پرو کر آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اتنا کچھ ہونے کے باوجود اگر آپ کی تشنگی شوق کی سیرابی کا سامان نہ ہو تو پھر اطناب و تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل کتب زیر مطالعہ لائیں۔

تفسیر ابن کثیر وغیرہ (سورہ نور و حجرات کے ضمن میں) ...... الاستیعاب ...... طبقات ابن سعد ...... تاریخ طبری ...... مواھب اللدنیہ ...... مسند احمد بن حنبل ...... تاریخ ابن خلدون ...... کنز العمال ...... مدارج النبوۃ ...... زرقانی شرح مواھب اللدنیہ ...... سیرۃ النبی (لابن ھشام) ...... ضیاء النبی مسمی بہ سیرت النبی ...... سیرت مصطفیٰ ...... وغیرھم۔

احب الصالحین ولست منھم ... لعل اللہ یرزقنی صلاحا

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا

.... تمت ....

حواشی

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تعلق سے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "من سرہ ان ینظرالی امرأۃ من الحور العین فلینظر الیٰ ھذا" جو شخص حوران بہشت میں سے کسی کو دیکھنا پسند کرتا ہو، وہ ام رومان کو دیکھ لے۔ اور جب چھ ہجری میں ان کا وصال ہوا تو سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے اور فرمایا۔ "یا رب العالمین! تجھ سے پوشیدہ نہیں کہ ام رومان نے تیرے اور تیرے رسول کے لئے کیا کچھ برداشت نہیں کیا ہے"۔ (نزھۃ القاری ج۳ص۹۱ / ضیاء النبی ج٤ ص ۱۲۲)

(۲) حضرت عائشہ کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اس لئے کنیت بھی نہ تھی۔ چونکہ عرب میں کنیت شرافت کا نشان سمجھی جاتی تھی اس لئے آپ کو اس کا بڑا خیال تھا۔ ایک بار آپ نے معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ! اور عورتیں کنیت سے مشہور ہیں میری بھی کنیت تجویز فرمادیجئے؟ آپ نے فرمایا تم اپنی کنیت عبد اللہ کے نام سے رکھ لو۔ عبد اللہ حضرت عائشہ کی بڑی بہن اسماء بنت ابو بکر کے بیٹے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت عبد اللہ بن زبیر پیدا ہوئے تو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تحنیک فرمائی، لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا اور حضرت عائشہ سے فرمایا یہ عبد اللہ ہیں اور تم ام عبد اللہ ہو۔ (اسد الغابۃ ج ۱۰ ص ۱۷٦ ☆ طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ٦۳☆ مسند احمد بن حنبل ج٦ ص ۹۳ ☆ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۰۲) آپ نے اپنے بھانجے عبد اللہ کو بچپن ہی میں گود میں لے لیا تھا اور ان سے بے حد محبت کرتی تھیں۔ حضرت عبد اللہ بھی اپنی خالہ و معلمہ کا بے پناہ احترام وادب کرتے تھے۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فیضان علم ہی نتیجہ تھا کہ وہ بعد میں چل کر حدیث وفقہ اور سیاست وجہاں بانی کے آسمان پر ماہ منیر کی حیثیت سے جلوہ افروز ہوئے۔

(۳) جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ پہونچ گئے تو آپ نے اہل وعیال کو لانے کے لئے زید بن حارثہ اور اپنے غلام ابورافع کو بھیجا۔ ان دونوں کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم جو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فراہمی ضروریات کے لئے حاصل کیے تھے دے دیئے۔ حضرت ابو بکر نے بھی ان کے ساتھ دو یا تین اونٹ دے کر عبد اللہ بن اریقط کو روانہ کردیا اور اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہلا بھیجا کہ حضرت عائشہ اور ان کی بہن اسماء کو اپنی ماں ام رومان کے ساتھ لے آئیں۔ (وفاء الوفا۔ جلد ۱ صفحہ ۲٦٤) جب یہ تمام لوگ مکہ سے چلنے لگے تو طلحہ بن عبد اللہ بھی بارادۂ ہجرت ساتھ ہولئے۔ ابورافع اور زید

بن حارثہ کے ساتھ حضرت فاطمہ، حضرت ام کلثوم، حضرت سودہ، ام ایمن اور اسامہ بن زید تھے۔ اور عبد اللہ بن ابو بکر کے ہمراہ ام رومان اور عائشہ واسماء تھیں۔ یہ سب لوگ ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ جب یہ نفوس قدسیہ بیض منیٰ میں پہونچے تو سوء اتفاق جس اونٹ پر حضرت عائشہ صدیقہ سوار تھیں بھاگ نکلا اور اس زور سے دوڑا کہ ہر آن یہی ڈر تھا ابھی گرا کہ گرا۔ ام رومان بے قرار ہو گئیں، ماں کی مامتا تڑپنے لگی اور بآواز بلند کہہ اٹھیں وا عروساہ !ہائے میری بچی، ہائے میری دلہن! آخر کار دور جا کر اونٹ پکڑا گیا تو جان میں جان آئی۔ جب یہ قافلہ مدینہ پہونچا تو نبی کریم مسجد نبوی اور اس کے آس پاس کے مکانات تعمیر کرا رہے تھے۔ ایک مکان میں حضرت سودہ اور آپ کی اولاد ٹھہرا دی گئیں۔ جب کہ صدیقی گھرانے کے افراد سیدنا ابو بکر کے یہاں فروکش ہوئے جو ان دنوں محلہ بنو حارث بن خزرج میں قیام پذیر تھے۔ چونکہ مدینہ کی آب وہوا ان لوگوں کے نئی تھی اس لئے ابتداءً اکثر مہاجرین موسمی بخار کی لپیٹ میں آگئے۔ حضرت ابو بکر بھی اس سے نہ بچ سکے۔ بڑی شدت سے بخار کا حملہ ہوا حضرت عائشہ تیمار دار تھیں۔ والد بزرگوار کے صحت یاب ہونے کے بعد خود صاحب فراش ہو گئیں اور شدت علالت کے باعث بہت زیادہ کمزور ہو گئیں...... سر کے بال جھڑ گئے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے مرض دور ہوا۔ ان مصیبتوں سے نجات ملی تو حضرت ابو بکر نے عرض کی یا رسول اللہ! اپنی اہلیہ کی رخصتی کیوں نہیں کرا لیتے؟ فرمایا مہر ادا کرنے کے لئے اس وقت میرے پاس رقم نہیں۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جو پیسے ہوتے وہ غرباء اور حاجت مندوں میں تقسیم فرما دیتے جس کے باعث دولت نام کی کوئی چیز کاشانہ اقدس میں جمع نہ ہونے پاتی تھی۔ جب یار غار نے سنا کہ رخصتی میں کون سی چیز حارج ہے تو اپنے پاس سے پانچ سو درہم بطور قرض آپ کی خدمت میں حاضر کیا وہی آپ نے حضرت عائشہ کے پاس بھیج دیا۔ اور شوال المکرم ۱ھ کو نو یا دس سال کی عمر میں رخصتی ہوئی (طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۶۲ وغیرہ)

(۴) اسلام میں بیوی کا جو درجہ ہونا چاہیے وہ اس سے ظاہر ہے کہ دنیا میں اپنے عزیز شوہر کے بعد حضرت خدیجہ دوسری مسلمان تھیں۔ تنہائی کے اضطراب میں، مصائب کے ہجوم میں، اور ستم گاریوں کے تلاطم میں ہر جگہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ تھیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مصیبتوں میں ہاتھ بٹاتی تھیں۔ اب ایسی رفیق وغمگسار بیوی کی وفات کے بعد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت ملول رہا کرتے تھے بلکہ اس تنہائی کے غم میں زندگی بھی دشوار ہو گئی تھی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۶۷)

....

سلام ساڑیز بنارس

ملّت کے بے پناہ ہمدرد، قوم کی بہبود کے
خواہاں، غربا پروری کے خوگر اور ترویجِ مسلک و
مذہب کے نشے میں سرشار عزّت مآب
جناب الحاج عبد السلام صاحب کی
نگاہِ توجہ اور دستِ سخا کے طفیل یہ
کتاب طباعت واشاعت کی اَدق
منزل سے گزر سکی۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء
اراکین غازی کمیٹی دُعاگو ہیں کہ اللہ کریم
موصوف کا کاروبار ترقیوں سے ہمکنار، اور اُن
کے احباب و متعلّقین کو حوادثِ روزگار سے اَمان
عطا فرمائے اور اُن کے مرحومین کو خُلد آشیاں
کرے نیز اُن کی دینی مساعی ثمر بار اور اُن
کے صرفِ جزیل کو شرفِ قبول بخشے آمین
بجاہِ سیدِ المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

محمد افروز القادری، غازی کمیٹی چریاکوٹ